یہ کہہ رہے ہیں مبارک کے سیدھے سادے شعر
کہ ہم ہیں نکتے ہیں یارانِ نکتہ داں کے لئے

جلوۂ داغ

"مبارک" عظیم آبادی

پہلا ایڈیشن

قیمت [illegible]
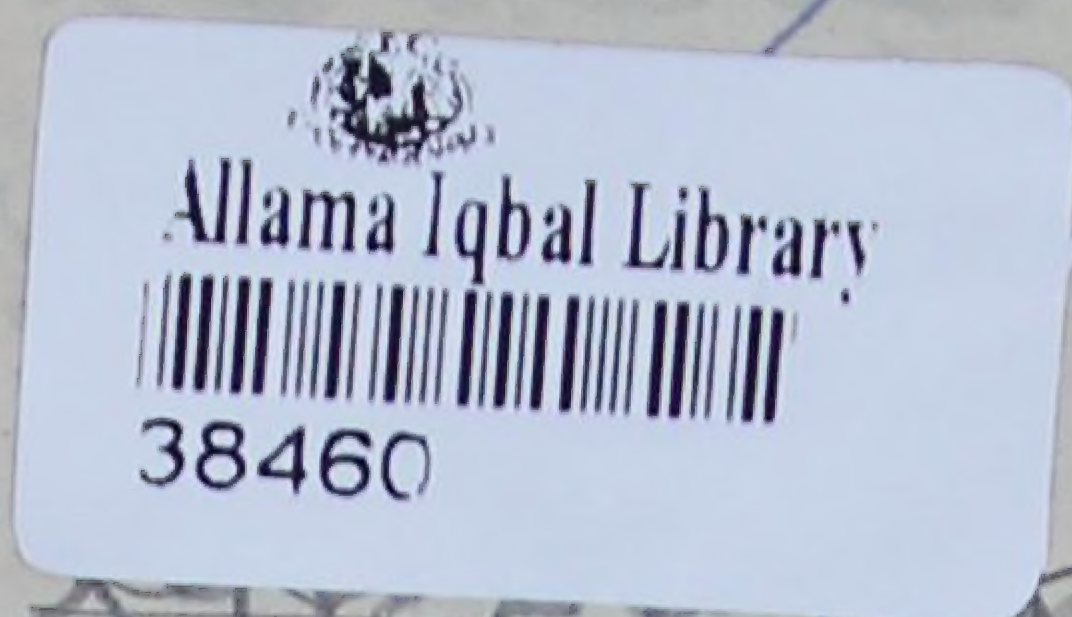
انتساب

میں بکمالِ خلوص و ادب اپنے منتخب افکار کا
ناچیز مجموعہ عالیجناب آنریبل ڈاکٹر سیّد محمود صاحب
منسٹر گورنمنٹ بہار کے نام نامی سے معنون
کرتا ہوں۔ جن کی ادب نوازی سے اس صوبے
میں اُردو کا ٹمٹماتا ہوا دیا روشن ہے ؎

"جلوۂ داغ" کی قسمت چمکی
لطف فرما ہے نگاہِ محمود

"مبارک" عظیم آبادی

تقریظ

از امام الشعرا خان بہادر مولانا رضا علی وحشت مدظلہٗ

کلام مبارک

آج سے سو برس پہلے دہلی کی بزم شعر میں داغ نے اپنا رنگ جمایا تھا اور غالب نے اس کے اس شعر کی داد دی تھی

رخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہیں
ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

داغ کے استاد ذوق تھے اور ذوق کی طرح داغ نے بھی لطفِ زبان کو اپنی شاعری کا جزوِ اعظم بنایا اور ذوق جب نہ رہے تو داغ نے بجا فرمایا۔

بعد استاد ذوق کے کیا کیا شہرت افزا کلام داغ ہوا

داغ ایک طرز کا موجد تھا اور جب رامپور اور حیدرآباد میں اس نے اپنی طبع رنگین کے جوہر دکھائے تو سارا ہندوستان اس کا

لوہا ماننے لگا۔ بہت سے اس کے شاگرد ہوئے اور اس کی تقلید کا دم بھرنے لگے لیکن تتبع کا حق ادا کرنا آسان کام نہ تھا۔ جن لوگوں نے اس تتبع میں نمایاں کامیابی حاصل کی ان میں بڑی ممتاز ہستی مبارک عظیم آبادی شاگرد داغ کی ہے۔ ان کے کلام میں داغ کی سی زندہ دلی پائی جاتی ہے وہی بول چال وہی روزمرہ وہی لطافت زبان وہی رندانی۔ صوبائی تعصبات ان کی شہرت کی راہ میں حائل ہوئے لیکن عدم شہرت ان کے کلام کی خوبیوں پر پردہ نہ ڈال سکا۔ غالب کا شعر ان کے حسب حال ہے۔

ہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالب
میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں

اب کہ ان کا کلام منصۂ شہود پر آرہا ہے ارباب ذوق کو پیغام مسرت دیا جاتا ہے حالی نے ۱۸۸۲ء سے پہلے کہا تھا

داغ و مجروح کو سن لو کہ پھر اس گلشن میں
نہ سنے گا کوئی بلبل کا ترانہ ہرگز

میں کہونگا کہ مبارک کو بھی سن لو۔ لیکن افسوس وہ زمانہ اور تھا۔ اور یہ زمانہ اور ہے۔

بہتر یہ ہے کہ پوچھے نہ وحشت سے کوئی اب
کیسا ہے رنگ محفل شعر و سخن ابھی

جن شعروں پر ہم سر دھنتے تھے آج ان کی تضحیک ہوتی ہے۔ زمانہ

نہ ایک حال پر رہا ہے نہ ایک حال پر رہیگا۔ ہمیں انقلابات کے لئے تیار رہنا چاہیے لیکن قطعی طور پر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اب رنگ قدیم کے دلدادہ بالکل معدوم ہیں اور بذات خود میں تو بقول غالب "دزد باکیِ قدیم ہوں دودِ چراغ کا" کیا مبارک کے یہ اشعار پڑھوں اور سر نہ دھننے لگوں۔

یہ غمکدہ ہے اس میں مبارک خوشی کہاں
غم کو خوشی بنا کوئی پہلو نکال کے

ہماری بندگی کا پوچھنا کیا
تمہاری بندگی ہی او ہم ہیں

تو تو زاہد مجھے کہتا ہے کہ توبہ کر لے
کیا کہو نگا جو کہے گا کوئی بینا ہو گا

تڑپ جلائے گا تڑپ جائیگا
تڑپنا ہمارا تماشا نہیں ہی

آپ کا اختیار ہے سب پر
آپ پر اختیار کس کا ہے

حریفِ موج و گرداب و تلاطم کم نظر آئے
بہت ساحل پہ دیکھے سیرِ ساحل دیکھنے والے

لبِ نیل ہیں ہم نے رات اک غیرتِ مہتاب دیکھا ہے
تمہیں اس خواب کی تعبیر ہو کیا خواب دیکھا ہے

مرے دیدہ و دل کی چوری تو دیکھو تمہیں لے چلے ہیں بھری انجمن سے

یہ چند شعر جو میں نے اوپر لکھے ہیں "مشتے نمونہ از خروارے ہیں" دیوان اس رنگ کے شعروں سے بھرا پڑا ہے۔ غالب کی طرح ہمارے مبارک صاحب بھی پکار کے کہہ سکتے ہیں۔

بیا ور ید گر اینجا بود زباں دانے
غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

ڈھاکہ ۲۲ نومبر ۱۹۵۰ء

رضا علی وحشت

تقریظ

ناخدائے سخن تاج الشعراء نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلوی

میں جناب ڈاکٹر مبارک حسین صاحب مبارک تخلص عظیم آبادی کو اس وقت سے جانتا ہوں جب میں حیدرآباد دکن میں مقیم تھا۔ اور ان کی غزلیں اصلاح کے لئے نواب فصیح الملک حضرت داغ دہلوی کے پاس جاتی تھیں اور اصلاح کے بعد میں انھیں ان کے پاس واپس کرتا تھا یہ ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء کی بات ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کس قدر کہنہ مشق ہیں۔

یہ تو میں نہیں بتا سکتا کہ یہ کب داغ کے شاگرد ہوئے اور کس مقام پر انھیں حضوری کا موقع ملا لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ ان کا نام اس جماعت میں ہے جس میں حضرت بیخود دہلوی حیات بخش صاحب رسا مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی مشرف یار خاں صاحب شرف ساکن جاورہ۔ فیروز خاں صاحب فیروز۔ محمود خاں صاحب محمود

رامپوری۔ آغا شاعر صاحب دہلوی۔ سید شبیر حسن صاحب نسیم بھرتپوری بیخود بدایونی وغیرہ وغیرہ کے اسمائے گرامی نظر آتے ہیں

حیدرآباد دکن کے قیام میں میرے متعلق یہ خدمت تھی کہ جو غزلیں اصلاح کے لئے باہر سے ڈاک پر حضرت داغ کے پاس آتیں میں انھیں کو سناؤں اور جو وہ اصلاح فرمائیں اسے اپنے ہاتھوں سے لکھ کر واپس بھیجدوں اس صورت میں ہر شاگرد اور ہر شاگرد کے مراتب سے مجھ سے زیادہ کون واقف ہو سکتا ہے افسوس ہے کہ داغ صاحب کے شاگرد کیسے کیسے قابل تھے لیکن پہلی جماعت کے سب لوگ اٹھ گئے جو باقی ہیں اللہ تعالےٰ انھیں سلامت باکرامت رکھے

میں نے اس زمانے میں یہ بھی دیکھا ہے کہ مخصوص شاگردوں کے کلام میں بہت کم اصلاح ہوتی تھی اصلاح کی دو قسمیں ہیں ایک تو استاد شاگرد کے کلام کو سامنے کے عیوب و نقایص سے صاف کر دے دوسرے یہ کہ صحیح اشعار میں کوئی لفظ ایسا تبدیل کر دے جس سے معنوی خوبی پیدا ہو اور شعر کا معیار بلند تر ہو جائے چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے کلام پر بھی ایسی ہی اصلاح ہوتی تھی سامنے کے عیوب یا معمولی روزمرہ کے نقایص میں نے ان کے کلام میں اس وقت بھی نہیں دیکھے اور اس زمانے کا کیا کہنا اب تو ان کا اساتذہ میں شمار ہے جو کچھ یہ کہہ دیں اس کو سند سمجھنا چاہیے ان کا فرمودہ پتھر کی لکیر ہے جو مٹانے سے نہیں مٹ سکتا جب شاعر بوڑھا ہوتا ہے تو اس کی شاعری جوان ہوتی ہے چنانچہ یہ بوڑھے ہیں اور ان

کی شاعری جوان ہے۔

حیدرآباد کی واپسی پر میں صوبہ بہار کے مشاعروں میں پیش نظر آیا گیا ہوں سب سے پہلے میری ملاقات ان سے جناب سید حامد حسین صاحب حامد سجادہ نشین درگاہ حضرت سید شاہ ارزاں صاحب رح عظیم آبادی کے مشاعرے میں ہوئی یہ ملنے کی طرح مجھ سے اور میں ان سے ملا یہ میں نے استاد کے شاگردوں میں خاص بات دیکھی ہے کہ جہاں آپس میں ملنے کا موقع ملا اس طرح ملتے تھے کہ جیسے دو حقیقی بھائی ملتے ہیں اس مشاعرے کے بعد آرہ۔ دانا پور۔ گیا مظفر پور وغیرہ کے مشاعروں میں برابر ملاقاتیں ہوتی رہیں اور تبادلہ خیالات برابر ہوتا رہا بہت سے شعران کے سنے اور اپنے سنائے۔ اس درمیان میں البتہ کئی سال سے ملاقات نہیں ہوئی وہ بھی بوڑھے ہیں، میں بھی ضعیف ہوں خدا جانے کس وقت کون اس دنیا سے اٹھ جائے تمنا ہے کہ پھر کوئی ایسی صورت نکلے کہ وہ مجھ سے ملیں اور میں بھی انھیں دیکھ لوں۔

الغرض ان کے کمال شاعری کے متعلق جو کچھ میری رائے ہو گی وہ کسی طرح غلط نہیں ہو سکتی میرا یہ دعویٰ ہے کہ جملہ محاسن شاعرانہ ان کے کلام میں موجود ہیں یہ بیک وقت غزل قصیدہ رباعی قطعہ مخمس. ترجیع بند وغیرہ سب کچھ کہہ سکتے ہیں قدرت نے انھیں شاعر پیدا کیا ہے اور پھر مشق سخن نے ان کو ایسے بلند مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں ہر شاعر نہیں پہنچ سکتا یہ شعر کہتے وقت ہمیشہ خیال رکھتے ہیں کہ استاد کا رنگ جانے نہ پائے

وہی بندش وہی ترکیب وہی لفظوں کا رکھ رکھاؤ وہی محاکات وہی دلی کی ٹکسالی زبان وہی روزمرہ وہی بول چال سب اِن کے کلام میں ہے جن کے باعث سے داؔغ صاحب کا کلام اس قدر مقبول خاص و عام ہوا۔

آج مجھے بے حد خوشی ہے کہ میں یہ سن رہا ہوں کہ ان کا کلام دیوان کی صورت میں طبع ہو کر منظرِ عام پر عنقریب آنے والا ہے میں نے جو باتیں اوپر لکھی ہیں اُن کی اب بخوبی تصدیق ہو جائے گی اور مجھے یہ فخر کے ساتھ کہنے کا موقع ملے گا کہ میں نے کتنی سچی باتیں لکھیں اب اللہ سے میری دعا ہے کہ استاد کے دیوانوں کی طرح یہ دیوان بھی مقبول ہو اور مبارک صاحب بہت دنوں تک زندہ رہ کر ادب کی خدمت اسی طرح کرتے رہیں فقط

نوؔح ناروی

مُقدّمہ

از جناب مولوی فصیح الدین صاحب بلخی ریسرچ اسکالر شعبۂ مخطوطات پٹنہ یونیورسٹی

ہوتی ہے جنس مہر و وفا چار سو پسند
آگے تری پسند کرے جس کو تو پسند

کسی کتاب کا مقدمہ اسی غرض سے لکھا جاتا ہے کہ ناظرین کو اصل کتاب کے مطالعہ سے پہلے مصنف اور اس کی تصنیف سے شناسائی حاصل ہو جائے۔ مبارک عظیم آبادی کو ایک کہن سال و کہنہ مشق شاعر اور داغ دہلوی کے شاگرد کی حیثیت سے ہندوستان کا ہر سخن گو جانتا ہے ان کا نام یا کلام، محض نام یا کلام کے لحاظ سے کسی تعارف یا تعریف کا محتاج نہیں لیکن اصولی طور پر شاعری کا جائزہ لینے کے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ شاعر کس زمانہ اور کس سوسائٹی میں پیدا ہوا اس کی شاعری کی نشوونما کیونکر ہوئی اور کس قسم کے تاثرات اور احساسات نے اس کے کلام کو ایک مخصوص رنگ اور طرز اختیار کرنے پر مجبور کیا اگر ان باتوں کا جاننا ضروری نہ ہوتا تو کسی شاعر کا تذکرہ یا لائف لکھنے کی بھی کوئی ضرورت نہ ہوتی اس

اصول کے تحت میں ایسے مقدمہ نگار کی ضرورت تھی جس نے شاعر کے ذاتی حالات و واقعات کا ابتدا سے مشاہدہ کیا ہو لیکن اُن کے ہم صحبت احباب اور لڑکپن کے یاروں میں اب کوئی بھی زندہ نہیں اور بعض برگزیدہ اشخاص کا خیال ہے کہ اس وقت میں راقم الحروف ہی ان کے خاندانی اور ذاتی حالات کے علاوہ ان کے مذاق سخن سے بھی زیادہ تر واقف ہے لہذا مندرجہ ذیل سطور میں اپنی واقفیت کا اظہار ناگزیر معلوم ہوا۔

مبارک عظیم آبادی کی ولادت ۷ محرم ۱۲۸۷ھ ہجری (۱۸۶۹ء) کو جمعہ کے دن بوقت عصر قصبہ تاج پور میں ہوئی اس وقت یہ قصبہ ضلع دربھنگہ کا سب ڈویژن تھا اور ان کے والد اس علاقہ کے منصف تھے۔ اِن کا نام مبارک حسین رکھا گیا۔

اِن کا خاندان زمانہ قدیم سے سیادت اور علم و فضل میں ممتاز رہا ہے آبائی سلسلہ نسب حضرت فرید گنج شکرؒ سے ملتا ہے مبارک عظیم آبادی کے مورث اعلیٰ ہیں ملا قاضی یار محمد عالمگیر کے عہد میں ایک نامور عالم اور صوفی مشرب بزرگ تھے جن کو حضرت شاہ تراب سے ارادت و خلافت بھی حاصل تھی ۱۰۸۵ھ ہجری میں بادشاہ نے ان کو پٹنہ کا قاضی مقرر کیا تھا اور اس عہدے سے کنارہ کش ہونے پر شہزادے کی اتالیقی سپرد کی مبارک عظیم آبادی کے والد مولوی سید فدا حسین مرحوم عہدہ منصفی پر ممتاز تھے علم ادب اور فارسی شاعری میں خاصی دستگاہ رکھتے تھے آپ وامق تخلص کرتے تھے اور شمس العلماء مولانا محمد سعید حسرت کے ارشد تلامذہ میں تھے

آپ نے ۱۲۹۹ھ ہجری میں خواجہ کلاں گھاٹ کی سڑک کے وسط میں، پچھم جانب اپنے جد امجد ملا قاضی یار محمد کی بنوائی ہوئی مسجد کو از سر نو تعمیر کرایا تھا جس کا قطعہ تاریخ خود آپ کا کہا ہوا راقم کی نظر سے گزرا ہے اس کا آخری شعر یہ ہے۔

از روئے ادب سال بناو ہاتف گفت　　　این مسجد کہنہ شد تعمیر جدید

یوں تو ملکہ شاعری ایک فطری شئے ہے لیکن خاندانی روایات اور زمانہ کے رسم و رواج بھی طبیعتوں کو ابھارنے میں بے حد معاون ہوتے ہیں زمانہ کے دستور کے مطابق مبارک عظیم آبادی نے پہلے فارسی کتابیں تمام کیں اس کے بعد اسکول میں نام لکھوا دیا گیا جہاں آپ نے انٹرنس تک تعلیم حاصل کی باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے پر خانہ جنگی نے ان کی زندگی میں انقلاب عظیم برپا کر دیا ذرائع معاش کے لئے آپ نے اوّل چند کتابیں طب کی پڑھیں پھر چند سال تک ہومیوپیتھک کی کتابوں کا درس لیتے رہے اور اس کی تکمیل پر باقاعدہ مطب میں بیٹھنے لگے اسکول ہی کی تعلیم کے زمانہ میں طبیعت شعر گوئی پر مائل ہوئی آپ کے والد ماجد کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو خفگی ظاہر کی اس لئے جو کچھ کہتے تھے خاص دوستوں کے سوا کسی کو نہ سناتے تھے جب کچھ مشق بڑھی تو تقریباً دو سال تک مولوی حسن جان خاں صاحب حسن سہسرامی کو اپنا کلام دکھاتے رہے اور اس کے بعد علامہ حکیم عبد الحلیم صاحب پریشاں سے نظم و نثر فارسی و اردو میں اصلاحیں لیتے رہے۔

داغ دہلوی کی شاگردی اور اتباع آپ کے عزیزوں میں مولوی سید محمد افضل مرحوم موسیقی میں دستگاہ رکھتے تھے ایک سہانی رات کے سناٹے میں مولوی صاحب موصوف نے داغ کی مشہور غزل جس کا مطلع یہ ہے۔

غیر کی ہو رہے یا شبِ فرقت میری
شرکتِ غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری

نہایت خوش الحانی سے گانا شروع کیا۔ داغ کی زبان اور مولوی صاحب کے الحان نے حضرت مبارک پر محویت کا عالم طاری کر دیا اس وقت تک آپ نے داغ کا کلام نہ پڑھا تھا دوسرے دن اسکول جاتے ہوئے کتب فروش کی دوکان سے گلزار داغ کا نسخہ خرید لیا اور وفورِ شوق سے اس کو وظیفہ کی طرح بالاستیعاب پڑھنے لگے اور اسی رنگ میں خود بھی کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ مشق سے طبیعت پر اعتماد ہوا تو ۱۳۱۱ھ ہجری میں پہلی غزل شاگردی کی استدعا کے ساتھ حضرت داغ کے پاس اصلاح کے لئے بھیجی استاد نے اصلاح دے کر حلقۂ تلمذ میں داخل کیا اور ارشاد فرمایا کہ مبارک ہی تخلص کرو انشاء اللہ تمہارے لئے بہت مبارک ثابت ہوگا اس وقت سے جناب داغ کی وفات (۱۳۲۲ھ ہجری) تک غزل کی اصلاحوں کا سلسلہ برابر جاری رہا کبھی کبھی جناب مبارک نے استاد کی غزل پر بھی غزل کہہ کر اصلاح کے لئے بھیجی لیکن استاد نے برا نہ مانا بلکہ اچھے اشعار پر صاد دے دیئے اور جہاں ضرورت دیکھی اصلاح دیدی۔

استاد کی زندگی میں ان کی مشق کس حد تک پہونچ گئی تھی اس کا اندازہ

اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اتفاق سے اس شہر میں ایک شاندار مشاعرے کی طرح کا اعلان ہوا۔ مبارک عظیم آبادی نے طرح میں غزل کہہ کر استاد کے پاس اصلاح کے لئے بھیجی لیکن سوء اتفاق سے اصلاح شدہ غزل مشاعرے کے دن واپس نہ آئی اور مبارک صاحب اس پس و پیش میں پڑ گئے کہ غیر اصلاحی غزل پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ آپ کے مخلص دوست سید شاہ محمد مبارک ابو العلائی کی صلاح سے یہ بات قرار پائی کہ اس بارے میں خواجہ فخر الدین حسین سخن دہلوی سے رائے لی جائے۔ شاہ صاحب موصوف ان کو ساتھ لے کر اپنے خسر جناب سخن دہلوی کے پاس آئے۔ سخن نے غزل کو دیکھ کر فرمایا کہ بے تکلف مشاعرے میں پڑھو اور میں تمہاری وضعداری کی داد دیتا ہوں کہ شعر میں لتنے شعرا کے ہوتے تم مشورہ کے لئے دلی والے ہی کے پاس آئے اسی شب کو مشاعرے میں حضرت مبارک نے اپنا یہ مطلع پڑھا

لپکا ہے محتسب کو بہت دار و گیر کا اللہ ہی ہے بس میرے دورِ اخیر کا

تو تمام اساتذہ نے بالاتفاق یہی کہا کہ اس طرح میں اس سے بہتر مطلع کسی کا نہ ہوا مبارک عظیم آبادی کے کیرکٹر میں من حیث شاعر ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ زندہ دل اور خوش مزاج ہونے کے باوجود آپ نے ہجو اور اعتراض سے ہمیشہ احتراز کیا۔ شاید یہ بات بھی استاد ہی کی تقلید سے حاصل ہوئی ہے ابتدا۔ اپنے شاگردی سے آج تک کہ

ساٹھ برس کی مدت ہوتی ہے آپ نے یہ التزام کر لیا ہے کہ کوئی شعر یا کوئی مصرعہ بھی ایسا نہیں کہتے جس میں استاد کی زبان اور استاد کا رنگ اور طرز ادا نمایاں نہ ہو۔ یوں تو داغ دہلوی کے شاگردوں میں بہتیرے نامور اور مشاہیر شعرا ہوئے جن کے کلام اردو شاعری کی تاریخ میں یادگار رہیں گے لیکن مبارک عظیم آبادی نے اتباعِ کلام کو اس حدِ کمال تک پہونچایا ہے کہ ان کے بیشتر اشعار داغ ہی کے اشعار معلوم ہوتے ہیں اور داغ کے اشعار کے ساتھ پڑھے جائیں تو کوئی فرق محسوس نہ ہو دراصل یہی ان کے کلام کی بڑی خصوصیت ہے جس نے ان کو داغ کے شاگردوں میں ایک امتیازی حیثیت کا تنہا وارث بنا دیا ہے دہلی میں حضرت بیخود مرحوم اور حضرت سائل مرحوم کے سے باکمال شعرا نے ان کا کلام سن کر فرمایا کہ یہ تو اعلیٰ حضرت (یعنی داغ دہلوی) کا عکس معلوم ہوتا ہے اسی طرح کلکتہ میں حکیم عبد العلی خاں صاحب قتاں کے ہاں ایک صحبت میں مرحوم حضرت آرزو لکھنوی نے ان کا کلام سن کر فرمایا کہ "آپ تو داغ کی زندہ تصویر ہیں"

اظہار خیال کا خاص ذریعہ زبان ہے اگر ادائے مطالب کے لئے مناسب الفاظ صحیح ترتیب کے ساتھ نہ لائے جائیں تو خیال کتنا ہی عالی ہو کلام لغو اور مہمل سمجھا جائیگا اور داد کا مستحق نہ ہوگا خیال کسی قسم کا ہو شاعر کا کمال یہ ہے کہ ایسے الفاظ میں موزوں کرے کہ شعر فصاحت کے سانچے میں ڈھلا ہوا معلوم ہو۔ یہی میر انیس اور داغ کا جوہر کمال تھا

اور اسی کے حصول کی سعی میں مبارک عظیم آبادی نے اپنی طویل عمر گذاری ہے اور گزار رہے ہیں۔ یہ مضمون کی جستجو کے ہیر پھیر میں نہیں پڑتے سادہ اور پیش پا افتادہ مضمون کو استاد کی طرح اس خوبی، برجستگی اور فصاحت سے نظم کرتے ہیں کہ شعر بالکل تازہ اور نیا معلوم ہوتا ہے ان کی تصانیف میں نظموں کے دو مجموعے موسوم بہ "مرقع سخن" قبل میں شائع ہو چکے ہیں۔ پیش نظر دیوان پر مکمل تبصرہ کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں۔ لہٰذا اس موقع پر مختلف مضامین کے کچھ اشعار نقل کئے جاتے ہیں اہل ذوق خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ داغ دہلوی کے اتباع میں یکتائی کا دعوئی مبارک عظیم آبادی کے لئے کہاں تک حق بجانب اور زیبا ہے۔

رندی اور مے نوشی کے متعلق سیکڑوں اشعار اردو شعرا کے کلام میں پائے جاتے ہیں اس قسم کے مضمون کو مبارک عظیم آبادی نے بھی اپنے خاص رنگ میں کس خوبی سے باندھا ہے ملاحظہ ہو

خدا جانے کہاں سے جھک کے میخانے میں آتی ہے
خبر اتنی تو ہے شیشے سے پیمانے میں آتی ہے

ہم پاک مشربوں میں تو اول وہی رہا ساقی نے جس کو دی دی مبارک اخیر کی

گھٹا اٹھی ہے کالی اور کالی ہوتی جاتی ہے
صراحی جو بھری جاتی ہے خالی ہوتی جاتی ہے

ملے اور پیر خرابات تھوڑی بہت کٹ گئی اب ہی برسات تھوڑی

پینا بھی بھرا جام بھی لبریز ہمارا پیتے نہیں اللہ رے پرہیز ہمارا

فصلِ خزاں میں بھی جو پئے جا رہا ہوں میں
موسم کو خوشگوار کئے جا رہا ہوں میں

اسی زمین میں یہ شعر ہے
جوان کو چاہیئے وہ کئے جا رہے ہیں وہ
جو مجھ کو چاہیئے وہ کئے جا رہا ہوں میں

معشوق کی ادا کا حال کس شوخی کے ساتھ نظم کیا ہے۔
حکمت تو دیکھئے یہ حکومت تو دیکھئے دل کا سوال کرتے ہیں آنکھیں نکال کے

یوں دیکھتے رہے وہ جدھر دیکھتے رہے ناوک لگا لگا کے جگر دیکھتے رہے
ایسے کہاں نصیب کہ وہ ہم کو دیکھتے رہے ہم نامرادان کی نظر دیکھتے رہے

دنیا کی دلفریبی کو کس سادگی کے ساتھ نظم کیا ہے
کیا کیا فریب دیتی ہے اس کی بہار بھی اک باغ سبز ہے چمن روزگار بھی

آتی رہی خزاں چمن روزگار میں دیتی رہی بہار کا دھوکا نظر مجھے
گذری بلا کی رات تو آیا بلا کا دن کیا دے رہے ہیں دوست نوید سحر مجھے

چھوٹی بحروں میں لغیر نادر الکلامی کے سہل ممتنع کہنا ممکن نہیں ۔ ملاحظہ ہو

وہی ان کی گلی ہے اور یہ ہم ہیں — وہی وارفتگی ہے اور ہم ہیں
تمہاری انجمن ہے اور تم ہو — ہماری بیکسی ہے اور ہم ہیں
ہماری بندگی کا پوچھنا کیا — تمہاری بندگی ہے اور ہم ہیں

اس دل ناشاد سے دم پر بنی — نالہ و فریاد سے دم پر بنی

کسی کی تمنا نکلتی رہی — مری آرزو ہاتھ ملتی رہی
نگاہِ کرم تو رہی غیر پر — چھری میری گردن پہ چلتی رہی

یہ کیا کہا کہ زیرِ زمیں چین آئے گا — کیا میرے ساتھ میری تمنا ہی نہ جائیگی
آئے گا چین یا کہ نہ آئے گا ہجر میں — جائے گی یہ تڑپ کہ الٰہی نہ جائیگی

جو زمیں تھی وہ آسماں ہے آج — انتہا ہو گئی تغیر کی

آپ کا اختیار ہے سب پر — آپ پر اختیار کس کا ہے

فصلِ بہار کی جنوں خیزی اور مجنوں و فرہاد کی ناکامی کے مضامین بہتیرے شعرانے باندھے ہیں حضرت مبارک کا انداز بیان بھی ملاحظہ ہو۔

پھر بڑھ رہا ہے ہاتھ گریباں کی طرف — پھر آرہی ہے فصلِ بہاری قریب کیا

مجنوں کہاں ہے دشت سے آتی ہے یہ صدا
نیشہ پکارتا ہے کدھر کوہکن گیا

آخیر میں میں حضرت مبارک کی ایک غزل کے کچھ اشعار نقل کرتا ہوں ان اشعار کی زبان، بندش اور طرزِ ادا میں داغ دہلوی کا رنگ بے حد نمایاں ہے اور معاملہ بندی جو داغ اور جرأت کے کلام میں بدرجہ اتم ہے اس کا پورا عکس مبارک عظیم آبادی کے اشعار میں بھی نمایاں ہے۔ ملاحظہ ہو

یہ کیا کہا تم نے ہمیں یاری نہیں آتی
ایسوں پہ طبیعت بھی ہماری نہیں آتی

گل اپنی قبا چاک کرے غنچہ گریباں
میری سی مگر سینہ فگاری نہیں آتی

پھر کون ہے یہ خلوتِ دل میں مرے بیٹھا
پردے سے جو آواز تمہاری نہیں آتی

مطلب تو یہی کیجئے دل تھام کے آہیں
کہتے ہیں کہ آواز تمہاری نہیں آتی

یہ داغ سخن سنج کا ہے فیض مبارک
بلبل کو بھی گفتار ہماری نہیں آتی

راقم فصیح الدین بلخی
مولف تاریخ مگدھ مطبوعہ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی
و ریسرچ اسکالر شعبہ مخطوطات پٹنہ یونیورسٹی

صحت نامہ جلوۂ داغ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۴	مژدہ	مژہ	۷۷	۵	پرشمش	پرسش
۱۳	۹	دیکھو ہو	دیکھو نہ	۸۵	۸	پشیماں	پریشاں
۱۹	۱۱	تیرے	ترے	"	"	درسے درباں کو	درسی نہ درباں کو
۲۰	۸	آبب	اب	۱۱۳	۸	گسو	گیسو
۲۳	۹	لیٹا	آیا	۱۱۸	۴	ناشد	ناشدنی
۴۸	۴	آئی	آتی	۱۴۰	۱۴	نفس	ذوق
۵۲	۲	دکان	دوکان	۱۴۵	۱	مبارک کو سرگرم	مبارک کہی سرگرم
۶۸	۴	قدموں نے کرم کیا	قدموں نے یہ کرم کیا	"	"	پرشتش	پرستش
"	۱۲	وہ	دن	۱۴۹	۵	ہیے	ہیئے
۷۱	۱۲	ڈرہے	ڈریئے	۱۶۲	۸	پابند قفس	پابند قفس ہم
۷۲	۴	اک	ایک	۱۶۷	۱۲	دہلیز پر	دہلیز پہ
۷۶	۹	دکولی	دیکھ لی				

مبارک عظیم آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الف

اُڑایا ہے بتوں نے رنگ تیری بے نیازی کا
کہیں قبلہ سے پھر جائے نہ رُخ یارب نمازی کا

الٰہی یوں بالا حُسن کی نیرنگ سازی کا
جہاں ہر آنکھ اُٹھ گئی لوٹا مزا نظارہ بازی کا

وہ میکش ہیں کہ ہے کعبے میں چرچا پاکبازی کا
ہمارا دامنِ تر بھی مصلّے ہے نمازی کا

قبائیں سی کے گل غنچے گریباں چاک کرتے ہیں
طرحداروں کو سودا ہے تری دامن درازی کا

بہ رنگ بوئے گل یارب گزر ہو اس گلستاں سے
پڑے دھبّہ نہ دامن پر مرے بے امتیازی کا

ہمیشہ حسرت و حرماں و غم کی میزبانی کی
سلیقہ کس نے بخشا دل کو اس مہماں نوازی کا

جسے دیکھو اسیر اس کا جدھر دیکھو یہی پھندا
یہ قصّہ مختصر ہے اُس کے گیسو کی درازی کا

آخری دور کا کچھ اور قرینا ہو گا
جام ہو گا کہیں خالی کہیں مینا ہو گا

مجھ کو معلوم ہے انجام محبّت کیا ہے
ایک دن موت کی امّید پہ جینا ہو گا

کب وہ آئیں گے الٰہی مرے مہماں ہو کر
کون دن کون برس کون مہینا ہو گا

قید ہستی سے وہاں بھی نہ رہائی ہو گی
بعد مرنے کے بھی سنتے ہیں کہ جینا ہو گا

تُو تو زاہد مجھے کہتا ہے کہ توبہ کر لے
کیا کہوں گا جو کہے گا کوئی پینا ہو گا

پھر بہار آئی مبارک گئی گزری توبہ
پھر وہی دست و بغل ساغر و مینا ہو گا

اپنا ظلم اپنا ستم اپنا تغافل دیکھنا
میرا دل میرا جگر میرا تحمّل دیکھنا

کتنی بے تابانہ نکلی آہِ بلبل دیکھنا
کس قدر ہیں طعنہائے خندۂ گل دیکھنا

یاد ہے ہنگام آرائش کسی کی دیکھ بھال
ہائے وہ تن تن کے قد جھک جھک کے کاکل دیکھنا

مفت کی جھنجھٹ تمہیں ملتی نہیں بیٹھے ہیں ہم
اس [illegible] کو بھی اے [illegible] توکل دیکھنا

ہجوِ مئے تعریفِ کوثر وصفِ حورانِ جناں — کسقدر واعظ نے باندھے جھوٹ کے پل دیکھنا

بول اٹھتی ہے مبارک آپ ہی رنگیں غزل
ہیں نہیں کہنا مرا رنگِ تغزل دیکھنا

ہم پانوں چومیں خضر علیہ السلام کا — آئے گا راہ پر کوئی گردش نصیب کیا
پھر بڑھ رہا ہے ہات گریبان کیطرف — پھر آرہی ہے فصلِ بہاری قریب کیا

اک جام اڑا کے شیخِ حرم کیا بدل گیا — آیا جو میکدے میں وہ سانچہ میں ڈھل گیا
جور و جفا کی خو نہ طبیعت تھی جنگ جو — کیا جانیں کس کے دل سے تیرا دل بدل گیا
آئے جو میکدے میں قبا پوش یوں گئے — شیشہ بھی اک شراب کا زیرِ بغل گیا

ہے ایک خود فروش مبارک سے ہوشیار
دیکھا کسی حسیں کو جہاں بس پھسل گیا

مئے رہی میکش رہی، شیشہ نہ پیمانہ رہا — داستانیں رہ گئیں ساقی نہ میخانہ رہا
حضرتِ واعظ رہے نادیر یوں سرگرمِ وعظ — حسبِ عادت شکوہ اربابِ میخانہ رہا
مسجدوں میں اہلِ تقویٰ ناصیہ فرسا رہے — سجدہ گاہِ مئے پرستاں بابِ میخانہ رہا
بیش و کم کا شکوہ ساقی سے مبارک کفر تھا — دور میں سب کے بقدرِ ظرف پیمانہ رہا

مبارک بیوفا سے تم ملے کیا
ملے تو پھر جاؤں کے گلے کیا

مقدر چاہیے اس مرتبے کو
گلے سب سے ترا خنجر ملے کیا

یہ صاف انکار کی جو کہہ رہی ہے
کہ لب اقرار پر تیرا ملے کیا

نکلنا آرزو کا دل سے معلوم
ہجوم یاس ہیں رستہ ملے کیا

مبارک مل چکا تم سے وہ عیار
جسے آنا ہو کھینچنا وہ ملے کیا

دل ہے زد پر عاشقِ دلگیر کا
کیا نشانہ ہے تمہارے تیر کا

اس پہ بگڑے ہیں کہ میرے روبرو
کیوں لیا بوسہ مری تصویر کا

کھنچ گیا خود بھی ترے نقشے کے ساتھ
کھینچنے والا تری تصویر کا

پھول کچھ دامن پکڑ کر دیا ہے
ہے یہ احساں خارِ دامنگیر کا

میرے سینے میں مبارک دل مرا
اک ورق ہے یار کی تصویر کا

سچ کرنا کہ نہ کرنا مگر اتنا کرنا
میں جو مر جاؤں تو مرنے کا نہ شکوہ کرنا

قہر کی آنکھ سہی چشم ترحم نہ سہی
اسی پردے میں مگر غیر کو دیکھا کرنا

طور کی آگ نہیں ہے کہ لگی اور بجھی — دل جلوں کا کوئی آسان ہے ٹھنڈا کرنا

پھر نہ درماں کا کبھی نام مبارک لینا
کفر ہے دردِ محبت کا مداوا کرنا

قیامت چال آنے کی غضب انداز جانے کا — سلیقہ آگیا نام خدا فتنہ اُٹھانے کا
بہت لپکا ہے بجلو اے فلک بجلی گرانے کا — جلا کر دیکھ اک تنکا ہمارے آشیانے کا
خدا نے دل دیئے دونوں کو لیکن فرق یہ بخشے — ہمیں حسرت تڑپنے کی تمہیں ارماں ستانے کا

اِدھر دے کے اک دل ہو مبارک کائنات اپنی
اُدھر سو بدگمانی لاکھ پہلو آزمانے کا

الٰہی کس پہ دلِ خانماں خراب آیا — کہ قبر میں بھی ستانے کو اضطراب آیا
تمہاری شوخیوں کا دل جواب رکھتا ہے — غضب کا اس کو بھی اندازِ اضطراب آیا
تمہیں کہو تو کہیں یہ بھی کوئی آنا ہے — جب آئے فتنۂ محشر بھی ہم رکاب آیا
بھلا کو بھول گئے تھے فنا کے جھگڑے ہیں — خیال پھر نرالے ہستئ خراب آیا
شبِ فراق مبارک جب اضطراب بڑھا — گلی میں یار کی بن جا کے دل کو داب آیا

جانبِ چرخ یہ ہوتا ہے اشارا کیسا
سب ستم آپ کے ہیں وہ ستم آرا کیسا

لگائے دیتے ہیں یہ حکم ہمت کی گرانی کا
لگے پینے وہ جن کو مشغلہ ہے سبحہ خوانی کا

شبِ وعدہ نہ آئے تم تو ساری رات یوں گزری
رہا اک معرکہ بالیں پہ مرگ و زندگانی کا

کہے دیتی ہے آرائش کہ کوئی بزم آرا ہے
پتا چلتا ہی خود محفل سے اس محفل کے بانی کا

مری بزمِ عزا میں کوئی نہ دیکھے کشمکش اُن کی
نہ غم کرنے کو جی چاہے نہ موقع شادمانی کا

یہ حضرت یوں بھی ہیں بنتے ہو میخواروں کی ٹولی ہے
کہ نام اک محتسب بھی ہے بلائے ناگہانی کا

جہاں تختے لالہ و گل اب وہاں خارِ مغیلاں ہیں
یہ نقشہ آج ہے افسوس گلزارِ معانی کا

جگہ خالی نظر آتی ہے اگلے ہمصفیروں کی
غزلخوانی کی صحبت اب ہے جلسہ نوحہ خوانی کا

دمِ رخصت مبارک یوں نہ دل سے دعا گو ہے
نواسنج خوب حافظ گلستانِ معانی کا

پاؤں نکلا کبھی وحشت میں نہ باہر اپنا
ہیں وہ دیوانہ ہوں جنگل ہی مجھے گھر اپنا

کیا غرض اُس کو نکالے جو وہ خنجر اپنا
خود گلا کاٹ لے دو بھر ہو جسے سر اپنا

تجھ میں وہ بات کہاں گھات کہاں اے ظالم
تجھکو اے چرخ کہیں خاک ستمگر اپنا

ہم ری سنتے نہیں وہ کوئی بتا دی مجھکو
حال دل لوگ کہا کرتے ہیں کیونکر اپنا

چھیڑیوں جلوہ فروشوں سے چلی جاتی ہی
بیچتا ہوں جو کوئی لے دلِ مضطر اپنا

جب نگہہ اس نگہہ مست سے لڑجاتی ہی
مئے گلرنگ سے بھر دیتی ہے ساغر اپنا

وہ نگہہ دل پہ لگا دیتی ہے برچھی اپنی
وہ مژدہ دل میں چبھو دیتی ہے نشتر اپنا

ہم بھی جینے تھے کبھی زندہ دلوں میں تھا شمار
اب یہ جینا تو ہے مرنے کے برابر اپنا

وہ ہاک اقلیم سخن میں ہے مبارک اپنی
یعنی استاد ہے وہ داغِ سخنور اپنا

سُنیں ناصح تری ہم منچلے کیا
یہاں دالِ ایسے ویسوں کی گلے کیا

لگا رکھا ہے کیا دل کی لگی نے
جہنم میں جلیں گے دل جلے کیا

گیا کون اس چمن سے گل بدامان
ہمیں اک داغِ حسرت لے چلے کیا

یہ تو ہے با تر افسردہ بغل میں
ہوئے اے دل ترے وہ ولولے کیا

ہماری خاک دامنگیر ہوگی
چھڑا کر ہات سے دامن چلے کیا

بہر صورت مبارک دونوں گزرے
اجی صاحب بُرے دن کیا بھلے کیا

کچھ ناز اس نگاہ میں تھا کچھ غرور تھا — اک بادۂ شباب کا کیا کیا سرور تھا

جو مر مٹا کسی پہ وہ مجرم ضرور تھا — یہ آج بھی قصور ہے کل بھی قصور تھا

برقع اٹھا جو رخ سے حیا بن گئی نقاب — ہلکا سا بھی وصال میں پردہ ضرور تھا

ساقی نے مے تو سب کو پلائی تھی ایک سی — لیکن بقدر ظرف ہر اک کا سرور تھا

لازم تھی بیخودی ترے دیدار کیلئے — پردہ جو بیچ میں تھا وہ میرا شعور تھا

بجھنے کی جو نہیں وہ مرے دل کی آگ ہے — ہم بھی ہیں جو جلاتی تھی تجلا بھی وہ طور تھا

ناصح نہ پوچھ حسن کے پتلوں کی دلکشی — ان پر تو دل کا ٹوٹ کے آنا ضرور تھا

آرائشیں تھیں آپ تھے وعدہ کی رات تھی — میں تھا تسلیاں تھیں دل ناصبور تھا

خاموش کاٹنی تھی مبارک شب فراق
یہ کس نے تم سے کہہ دیا نالہ ضرور تھا

جو ہاتھ ادا سے اٹھ گیا تلوار ہو گیا — شمشیر اس نے میان سے لی وار ہو گیا

زلف دراز پاؤں کی زنجیر ہو گئی — آپ اپنے دام میں وہ گرفتار ہو گیا

اس چال سے چلو گے تو کیونکر چلیگا کام — یہ بھی خبر ہے کیا دم رفتار ہو گیا

کچھ کہتے کہتے آج جو دم ساز رہ گیا — اک عجب اس میں رہ گیا اک راز رہ گیا

فصلِ گل تو ہی نہیں ہائے وہ پینا کیسا — رقص میں جام کہاں دور میں مینا کیسا
اس قدر داغ پڑے دل پہ کہ اب داغ رہا — اتنے سوراخ ہیں سینے میں کہ سینا کیسا
اپنی کشتی نہ سلامت لبِ دریا اتری — حضرتِ نوح کا یارب تھا سفینا کیسا

دل کے ٹکڑے ہیں مبارک ترے اشعار نہیں
کسی ناشاد کا سینہ ہے سفینا کیسا

یہ کبھی انجام کو پہنچی نہیں — داستانِ شوق کا آغاز کیا

بہکی بہکی ہے مبارک بات بات
پی گئے تم آج بے انداز کیا

اپنا گلہ ہے محتسب کو غضب دار و گیر کا — اللہ ہی ہے بس عرصۂ دارِ اخیر کا
ناصح کو ناز مشورۂ ترکِ عشق پر — عاشق کو اعتبار نہیں اس مشیر کا

غم کیا جہاں کا اے دلِ ناداں نشاط کیا
جو چیز بے ثبات ہے اس کی بساط کیا
دنیا سی بیسوا بھی کسی کی ہوئی کبھی
پھر اس کا آؤ جاؤ ہی کیا اختلاط کیا
روزِ شمار ہو گا ہمارا شمار کیوں
ہم کس شمار میں ہیں ہماری بساط کیا
سختی کشانِ راہِ محبت ہیں بے خطر
اس راہ سے بھی سخت ہے راہِ صراط کیا

خدا رکھے سلامت تا قیامت دوستوں کا
کبھی خالی نہیں رہتا پیالہ مے پرستوں کا
زمانے سے نرالی ہیں ادائیں حسن والوں کی
بگڑ بیٹھے جہاں نام آگیا صورت پرستوں کا
یہ صحبت تو وہی صحبت ہے ہم رندوں کی جنت میں
یہ جلسا تو وہی جلسا ہے واعظ مے پرستوں کا
وہ مستِ ناز تو گزرا ہماری خاک سے لیکن
نہ پہنچا تا بدامن ہاتھ ہم کوتاہ دستوں کا

مجھ کو گم ہر راہ میں دل نے کیا
یہ سلوک اس خضرِ منزل نے کیا
اب کہاں ٹھہریں گی آنکھیں دیدہ ور
سامنا تا مقابل نے کیا
کھچ کے آئی نا گلو پھر کھچ گئی
ناز کیا کیا تیغِ قاتل نے کیا
جو ہوا ارمان و حسرت سے ہوا
جو کیا بیتابیِ دل نے کیا
راز جنت کا نہیں کھلتا مگر
اس کو افشا تیری محفل نے کیا

آہ کرتے ہو مبارک رات دن
کچھ اثر بھی نالۂ دل نے کیا

جیسے تم ہو مرے یوں دوست تمہارا ہوتا
سچ کہو تم کو سلوک اس کا گوارا ہوتا

صبر سے کچھ نہ لیا کام مبارک تم نے
ورنہ ناکامیوں سے کام تمہارا ہوتا

قبول ہو کہ نہ ہو سجدہ و سلام اپنا
تمہارے بندے ہیں ہم بندگی ہے کام اپنا

وہ بال اپنے بکھیرے ہوئے جو بیٹھے ہیں
دکھا رہی ہے سماں طرفہ آج شام اپنا

کھڑے ہیں سر کو اس امید پر جھکائے ہوئے
قبول ہوگا کسی روز تو سلام اپنا

یہ ہنسی ہے کہ ہے پیماں شکنی کی تمہید
کہہ رہا ہے یہ تبسم ترا پیماں کرنا

نارسائی پہ نثار اپنی مبارک مجھکو
در پہ رہنا ترے اور منتِ فرماں کرنا

دلبروں کبھی اغماض مبارک نہ کیا
دل کو آیا نہ چراغ تہِ داماں کرنا

میں نے مانا تجھے عنبر نہیں یاد آیا
لب پہ نغمہ ترے کیوں صورتِ فریاد آیا

آج ناصح کی نصیحت کا تو یہ رنگ رہا
میں نے جانا کہ کوئی صاحبِ ارشاد آیا

پھر صبا باغ میں وارفتہ رفتار آئی
پھر کسی کا اسے گلگشتِ چمن یاد آیا

جا کے اس بزم سے آتا تھا مبارک ناشاد
آج کیا ہے کہ یہ کمبخت بہت شاد آیا

ہر چند تیری بزم میں فتنے اٹھا کئے
یوں بیٹھا اٹھا نہ سرِ انجمن گیا

گلدستۂ نشاط تھا اپنا بھی دل کبھی
یہ پھول جس میں پھولتے تھے وہ چمن گیا

مجنوں کہاں ہے دشت سے آتی ہے یہ صدا
تیشہ پکارتا ہے کدھر کوہکن گیا

رندوں کی یہ شکست بھی ہے فتحِ محتسب
ٹوٹا سبو تو ٹوٹ کے پیمانہ بن گیا

اس وقت وہ آئے ہیں عیادت کو مبارک
جب مجھ سے مرا حال بیاں ہو نہیں سکتا

ہوا جب حضرتِ واعظ نے باندھی باغِ جنت کی
اٹھے اور اٹھ کے اک چکر لگایا کوئے جاناں کا

نہیں معلوم وحشت کی ہوئی ہے ابتدا کس دن
خدا جانے ہے کب سے ساتھ یوں دست و گریباں کا

خونِ نابۂ دل بادۂ گلفام ہے میرا — کیا جام ہی کیا جام ہی کیا جام ہے میرا
رعنائی و زیبائی میں شہرت ہی تمہاری — مشہورِ محبت ہیں مگر نام ہے میرا
ہم صافیِ مے اس کو سمجھتے رہے او شیخ — کہتا رہا یہ جامۂ احرام ہے میرا
افسوس کسی بات پہ جمتا نہیں ظالم — تکلیف ہی میری نہ تو آرام ہے میرا

مینا بھی بھرا جام بھی لبریز ہمارا — پیتے نہیں اللہ رے پرہیز ہمارا
مجنوں کی طرح نجد کے پابند نہیں ہم — ہر شہر ہے اک دشتِ جنوں خیز ہمارا
ہم مستوں سے واعظ نہ الجھنا نہ الجھنا — ہشیار کہ ہے نشہ بہت تیز ہمارا

ساقی مرا بھر دے آبگینہ — تیرا ابھی بھرا رہے گا مینا
اک تیر لگا نا جانتے ہو — دیکھو ہو جگر نہ دل نہ سینا
تو چوک گئی غضب تو یہ ہے — الزام تجھ پہ چشم مینا
واعظ کی سنو یہ بک رہا ہے — جائز ہی نہیں ہے شراب پینا
میخوار یہ کہہ رہے ہیں تو یہ — بے مئے کے تو ہے حرام جینا
چھپتا ہی رہے گا جلوۂ یار — دیکھا ہی کرے گی چشم بینا

ہر حال میں شکر کر مبارک
تازہ ملے رزق یا شبینہ

صیاد ایسا چاہیئے صیاد ایسا چاہیئے
پھنس گئے دانستہ ہم جب سامنے دام آگیا
ذکر میرا اُن کی محفل میں قیامت ہو گیا
کیا جواب اس کا کوئی دے کیوں مرا نام آگیا
اور کیا کہیئے گا اس کو غیر حسنِ اتفاق
اُن کی محفل میں مبارک آپ تک جام آگیا

خواب ایام گذشتہ نے دکھائے جب مجھے
میں سراپا ہوں انھیں خواب کی تعبیروں کا
آپ کہتے ہیں جو اسے زلفِ رسا کہتے ہیں
دل تو کہتا ہے کہ یہ جال ہے زنجیروں کا

دیوانگی میں پاؤں جو اٹھ جائیں تو بہتر
وحشت میں گریباں نکل جائے تو اچھا
جب ہاتھ سے مرنے کی تمنا ہے الٰہی
اس ہاتھ میں تلوار سنبھل جائے تو اچھا
باندھو بھی کمر قتل پہ تلوار نکالو
ارمان کسی دل کا نکل جائے تو اچھا

ہائے ری مجبوریاں میری کہ تیرے واسطے
غیر کا شرمندۂ لطف و کرم ہونا پڑا

میرے مرنے کی مبارک مانگتے تھے جو دعا
میری میت پر انھیں بھی چشمِ نم ہونا پڑا

تربت پہ مری مجھ سے وہ یہ پوچھ رہے ہیں
بیتاب بھی لیتے ہیں مزا خوابِ گراں کا

تم مول نہ پوچھو دلِ شیدا کا ہمارے
یہ مال نہیں جلوہ فروشوں کی دکاں کا

کوثر کے چھلکتے ہوئے ساغر نظر آئے
کیا کہنا ہے واعظ ترے اندازِ بیاں کا

یہ دیکھ کے اک در پہ کہیں بیٹھ رہے ہم
وارفتہ یہ کعبے کا تو وہ کوئے بتاں کا

اپنی تو سرِ حشر بھی اس لطف سے گزری
منھ تاک کسی کی اسے تاکا اُسے جھانکا

یہ سب سے بڑی شرط ہے اس فن میں مبارک
ہو غازۂ رخسارِ سخن رنگ زباں کا

ہم دادِ طلب داورِ محشر سے مبارک
وہ کہتے ہیں جھگڑا یہ نکالا ہے کہاں کا

داورِ حشر تمہارا ہے کہیں گے کس سے
عرصۂ حشر میں انصاف ہمارا کرنا

چل دیا لیکے جو پہلو سے مرے دل سا رفیق
بیکسی میں اُسی ظالم کو پکارا کرنا

چھیڑ توبہ سے نہیں تو یہ چلی جاتی ہے
طاق سے شیشہ و ساغر کو اتارا کرنا

کبھی نکلا جوابِ دعوئ باطل سی نکلے گا
تم اتنے ہو کہ ناوک سینۂ بسمل سے نکلے گا

تمہارا تیر ترکش میں رہے یہ ہو نہیں سکتا
کسی کے دل میں بیٹھے گا کسی کے دل سے نکلے گا

تری محفل سے سب نکلے ہیں مالا مال اے ساقی
ہمارے نام کا بھی کچھ تری محفل سے نکلے گا

ادھر ہم طالبِ داد اور ادھر محشر میں یہ دھمکی
بہت بے آبرو ہو کر بھری محفل سے نکلے گا

مبارک ہاتھ رکھ کر وہ ہمارے منہ پہ کہتے ہیں
سوالِ وصل اب کیونکر لبِ سائل سے نکلے گا

ظلم ہے ترکِ ستم کر کے پشیماں ہونا
قہر ہے اس پہ ترا سر بہ گریباں ہونا

مجھ پہ ڈورے نہ بہارِ گل و گلشن ڈالے
میں نے دیکھا ہے گلستاں کا بیاباں ہونا

ہے زمانے میں لقبِ قاتلِ دوراں کس کا
تیر کس کا ہے کماں کس کی ہے پیکاں کس کا

باور آئی تمہیں سچ کہنا کہ بات کس کی
تم نے تسلیم کیا شکوۂ ہجراں کس کا

سرنگوں چرخ ہے اللہ ری عظمت اس کی
چھپ گیا خاک بھری گوشۂ داماں کس کا

تم پہ حسرت کہ مبارک ہو عظیم آبادی
شہرہ ذی ہنروں میں ہے اب ہر سال کس کا

اور توفیق دے اللہ دل آزاری کی
کہ مزا دے گیا آزار تمہارا دینا
روز سرکار میں مجرے کو صبا جاتی ہے
دست بستہ کبھی پیغام ہمارا دینا
جل بجھی شمع سی دل سوز سحر سے پہلے
کھیل ہے کیا، شب غم ساتھ ہمارا دینا

تجھ سے کہتی ہی نمکپاش ملاحت تیری
اور اب چاہیئے قاتل کو نمکداں کیسا
بڑھ گئی اور مری لذت ایذا طلبی
تیر مارا یہ مرے دل میں مری جان کیسا
قید تنہائی سے بڑھکر تو کوئی قید نہیں
لوگ زنداں کو لئے پھرتے ہیں زنداں کیسا
اُبتری دل کی رُلاتی ہے مبارک پہروں
ہو گیا ہائے یہ مجموعہ پریشاں کیسا

جن کی خاطر ہائے رسوائی ہوئی رسوا ہوا
کیا کہوں حسرت اپنی اُن بنیا ہیوں کا کیا ہوا
ایسے ویسے تو نہیں دل بیچنے والوں میں ہم
جب ہوا تو اک حسیں کے ہات یہ سودا ہوا
تجھ پہ سو تلوار صدقے جنبش ابروے یار
کوئی میرے دل سے پوچھے وار یہ کیسا ہوا
ہات سینے پر مبارک چال گھبرائی ہوئی
یہ کہاں سے یوں تڑپتے لوٹتے آنا ہوا

خدا جانے مرے ساغر میں تھا کیا
نہ آشیں تھیں نہ واعظ نے کیا کیا
یہ خالی جائیگی کالی گھٹا کیا
رہیں گے پارسا اب پارسا کیا
شکستِ توبہ پر رحمت خدا کی
بہار آئی روا کیا نا روا کیا
سنو گے تو پھڑک جاؤ گے تم بھی
کہیں کیا ہم نے مانگی ہے دعا کیا

لگے رونے مبارک ہنستے ہنستے
مری جاں سچ کہو یاد آ گیا کیا

لڑکھڑائے قدم میکدے میں مستوں کے
بغل میں حضرتِ ناصح تھے بڑھ کے تھام لیا
ستم کی خو ہے باندازۂ کرم جس کی
بڑے تپاک سے اس نے مرا سلام لیا

کیا سماں ہے صبح ابر تر اٹھا
مئے حلال ایسے میں ہے ساغر اٹھا
لاکھ تلواروں کی اک تلوار تھا
ہاتھ ادا سے یار کا جس پر اٹھا
وہ ہمیں تو ہیں گراں بارِ الم
ہم سے پوچھو کوہِ غم کیونکر اٹھا
آئی یوں توبہ پہ آفت بارہا
ابر قبلے کی طرف اکثر اٹھا
اُن سے پوچھے تو کوئی جاؤں کہاں
کہتے ہیں در سے مرے بستر اٹھا

خاکِ پا اپنی چھڑک دے قبر پر — عاشقوں کی قبر سے چادر اُٹھا
منزلِ مقصد کی دوری الاماں — بیٹھا اکثر راہ میں اکثر اُٹھا
جو کہا تھا وہ مبارک نے کیا
آستانِ یار سے مر کر اُٹھا

اُس گلی میں ہزار غم ٹوٹا — آنا جانا مگر نہیں چھوٹا
یہ گیا وہ گیا کہاں پھر صبر — اُن کا دامن جو ہاتھ سے چھوٹا
دل نے غارت کیا مبارک کو
دل کو اک چشمِ مست نے لوٹا

کیا کہیں اس چمن میں کیا دیکھا — کھل کے غنچہ بکھر گیا دیکھا
تیغِ ابرو کی بے سپر دیکھی — تیر چتون کا بے خطا دیکھا
نہ کسی کی سنی سوا تیرے — نہ کسی کو ترے سوا دیکھا
سو جفاؤں پہ بھی مبارک کو
آپ کا بندۂ وفا دیکھا

کوئی کعبے کو تو کوئی سوئے بتخانہ گیا
کب کسی دہلیز پر اُس در کا دیوانہ گیا

انجمن آرائیاں ہیں انجمن آرا کے ہات
جس جگہ ساقی گیا سامانِ میخانہ گیا

کج ادائی، بیوفائی، خود ستائی آگئی
دوستوں سے دوستی، یاروں سے یارانہ گیا

آگیا محفل میں اپنا شمعِ محفل آگیا
اب ہے میرا دور، دورِ شمع و پروانہ گیا

مار رکھا یوں کسی کی اک نگاہِ لطف نے
وصل کے شکوے گئے فرقت کا افسانہ گیا

وہ کریں گے وعدہ اے دل تجھے اعتبار ہوگا
یہ ہوا ہزار بار اور یہ ہزار بار ہوگا

مری توبہ ٹوٹ جائے تو مجھے معاف کرنا
یہ قصور مجھ سے واعظ سر بہار ہوگا

تہِ خاک بھی تو تیری وہی بیقراریاں ہیں
دلِ بیقرار آخر تجھے کب قرار ہوگا
مری خاک بھی اُڑے گی باادب تری گلی میں
ترے آستاں سے اونچا نہ مرا غبار ہوگا
درِ میکدہ پہ سجدہ یہ زہے نیازمندی
جسے کہتے ہیں مبارک وہی بادہ خوار ہوگا

کب اُن آنکھوں کا سامنا نہ ہوا   تیر جن کا کبھی خطا نہ ہوا

میں جانتا ہوں جو شیوہ ہے خود پسندوں کا
پسند آئے گا دکھڑا نہ دردمندوں کا
یہ جنس وہ ہے کہ جس کی پسند ہے قیمت
دلِ فریفتہ ہے مال خوش پسندوں کا
پسند آہی گیا تیری بے نیازی کو
نہ رائگاں گیا سجدہ نیازمندوں کا

اُدھر نشانہ تیرِ ادا مبارک دل

اِدھر خدنگِ ملامت ہے بھائی بہادر کا

احساں جنابِ خضر کسی اور پر دھریں | مجھ کو تو میرے شوق نے رستا بتا دیا
کیا ہوگئیں وہ بادیہ پیمائیاں مری | یہ کس نے پاؤں توڑ کے مجھکو بٹھا دیا
موزوں تھی جس کے واسطے جو شئے اُسی ملی | تجھ کو جمال، مجھ کو دلِ مبتلا دیا

آدابِ عاشقی سے مبارک گزر گئے

یہ تم نے کس کو طعنۂ مہر و وفا دیا

کس قیامت کی ہی پرسشِ دلِ رنجور ہے کیا

حسن والوں میں تجاہل ہی کا دستور ہے کیا

تجھ سے کہتی ہے تجلّی تری مستور ہے کیا

تیرے جلوے کی قسم نار ہے کیا نور ہے کیا

یوں لگا رکھتا ہے ہر وعدۂ فردا اُن کا

کیوں مرے جلتے ہو آج سے کل دور ہی کیا

عرقِ انگور کا کچھ کھینچ لیا ہے زاہد
تو ہی کہہ اس کے سوا بادۂ انگور ہے کیا

مستیاں نرگسِ شہلا کی بہت دیکھی ہیں
مجھ سے پوچھے کوئی وہ نرگسِ مخمور ہے کیا

تمہیں تو آتا ہے دل لوٹنا، جگر لینا
کسی غریب کی کیا جان تو تم خبر لینا

دمِ اخیر ہے مانو نہ مانو تم میری
مجھے تو آج ہے حجت تمام کر لینا

پرائی آگ میں بھی ہم تو کود پڑتے ہیں
بلائیں غیر کی آئے ہے اپنے سر لینا

وہ کہہ رہے ہیں تجھے صاف دل سے ہی اغماض
غضب ہوا مرا سینے پہ ہاتھ دھر لینا

نہ آیا شکر مبارک تجھے یہی لینا
اُٹھا کے شیشہ مئے اپنا جام لینا

شبِ وعدہ یوں تا سحر دیکھ لینا
اِدھر دیکھ لینا اُدھر دیکھ لینا

جوانی سکھائے گی بانکی ادائیں
بدل جائے گی یہ نظر دیکھ لینا

وہ آئے اُدھر اور اِدھر جان نکلی
یہ دے گی دغا وقت پر دیکھ لینا

میری پروا نہیں کچھ آپ کو یہ میں نہ مانوں گا
زباں پر نام آجاتا ہے پھر کیوں ناگہاں میرا

نہ معمہ کھلا مرے دل کا / رہ گیا پردہ تیرے محمل کا
برق بگڑا ہوا مرقع ہے / کسی عاشق کے مضطرب دل کا
ہائے بیگانگی زمانے کی / ورنہ اک آشنا ملا دل کا
سن کے افسانۂ وفا بولے / ہے وفا نام تیرے باطل کا

چشم مشتاق مجھے یا دل شیدا نہ ملا / مجھکو کیا کیا نہ دیا آپنے کیا کیا نہ ملا
ہو رہا ہی یہاں زن پہ تماشا کیا کیا / حسرت اس پر ہی جسے دیدۂ بینا نہ ملا
چھن کے ہر پردہ سے کہتا ہی یہ جلوہ تیرا / رہتے پردے میں ہم ایسا کوئی پردہ نہ ملا
ابھی پایا ہے مبارک ابھی کھو جائیگا
کیا کہیں ہم دل گم گشتہ ملا یا نہ ملا

اُڑ کے دامن تک ترے میرا غبار آیا تو کیا
اب تجھے میری وفا کا اعتبار آیا تو کیا

مے سہی ، ساقی سہی وہ دل کہاں سے لائیے
فصلِ گل آئی تو کیا ، ابرِ بہار آیا تو کیا

تلخیاں بھی تو ہیں اس میں گردشِ ایام کی
دَور میں جامِ شرابِ خوشگوار آیا تو کیا

آپ جب آئے یہ آیا جب گئے یہ بھی گیا
صبر یوں آیا تو کیا آیا قرار آیا تو کیا

ناگوارا جو تھا کب ہم نے گوارا نہ کیا
پاس دشمن کا کیا تم نے ہمارا نہ کیا

شکر کر شکر کہ اے برق خدا نے تجھ کو
خیر گزری دل بیتاب ہمارا نہ کیا

رند یوں پیتے ہیں ای قبلۂ حاجات کہاں
ابرِ رحمت نے یہ کب تجھ کے اشارا نہ کیا

جاں نثارِ محبت میں نہ ہوا اپنا شمار
امتحاں اس نے ظالم نے ہمارا نہ کیا

کینہ جو کس نے کہا تجھ سے کہ کینہ اچھا
پاک کینے سے جو سینہ ہو وہ سینا اچھا

یہ تو ہستی و عدم دونوں کہیں کے بھی نہیں
بیقراروں کا نہ مرنا ہے نہ جینا اچھا

رحمت اُن پر جو شہیدانِ محبت گزرے
اِن کا مرنا کہ خضر آپ کا جینا اچھا

موسمِ گل ہی یہ ایمان سے کہنا واعظ
توبہ اچھی ہے کہ اس فصل میں پینا اچھا

توبہ ماہِ رمضاں میں ہی مبارک ہے اچھی
میکشی کے لئے ساون کا مہینا اچھا

کشتۂ غمزۂ و ناز و ادا دل ہوتا
انھیں دو چار میں یارب کوئی قاتل ہوتا

پاکباز آئے تو ٹھہری بھی میخواروں میں
انھیں لوگوں میں کوئی ساقیٔ محفل ہوتا

تجھ سے کہتی ہیں یہ وارفتہ ادائیں تیری
کوئی آپ اپنے پہ اتنا بھی نہ مائل ہوتا

ساقی و بادہ و پیمانہ و خم کی سوگند
شیخ اک جام میں تو مرشدِ کامل ہوتا

حشر میں حشر قیامت میں قیامت ہوتی
دوسرا تیرے برابر کا جو قاتل ہوتا

تو نے اے دل کسی بدکیش کو پھر پیار کیا
انھیں باتوں نے تو جینا مرا دشوار کیا

رنگ لایا مرے صیاد لڑکپن تیرا
اس کو آزاد کیا اُس کو گرفتار کیا

آہ کی تیری گلی میں تو خطا کون سی کی
مرے نالوں نے تو کوچہ ترا گلزار کیا
تیری بخشش کے بھروسے پہ خطائیں کی ہیں
تیری رحمت کے سہارے نے گنہگار کیا
مجھ پہ آوازے مبارک یہ کسے جاتے ہیں
تم نے غیبت کی کہ نالہ پسِ دیوار کیا

تیر قاتل کا نہ دل سے نہ جگر سے نکلا
یہ وہ مہمان ہے آیا تو نہ گھر سے نکلا

یہ نیا ڈھنگ نکالا ہے ستم ڈھانے کا
خود نہ تو آتے نہیں آتا ہے پیام آنے کا
کہہ رہا ہے یہ تبسم ترا پیماں کرنا
خوب پہلو ہے یہ وعدے کے مکر جانے کا
مجھ کو وہ جام دیا ساقی دریا دل نے
کہ ہر اک قطرہ ہے دریا مرے پیمانے کا
آنکھ اُس آنکھ کے قربان کہ گردش جس کی
دَور ہے دَور چھلکتے ہوئے پیمانے کا

صبر لے اب نہ بیقراروں کا
فیصلہ کر امیدواروں کا
سو بہاریں تمہارے ساتھ آئیں
منتظر تھا انھیں بہاروں کا
یہ زمیں بھی ہے آسماں گویا
کچھ ٹھکانا ہے ماہ پاروں کا

آہ مری بیکار گئی کب نالوں نے کچھ کام کیا
رات تمہاری چین سے گزری تم نے تو آرام کیا
یوں شام کو ہم نے صبح کیا یوں صبح کو ہم نے شام کیا
بیتابی دل بڑھتی ہی گئی الٹا ہی کیا جو کام کیا

قاتل اٹھا کے ہات میں تلوار رہ گیا
پھر آج ہوتے ہوتے ادھر وار رہ گیا
رحمت تری اسی کی طرفدار ہو گئی
اچھا رہا وہی جو گنہگار رہ گیا

جب سے بدلی ہے یار کی چتون
رنگ بدلا ہوا ہے عالم کا
میرے رونے پہ لوگ ہنستے ہیں
مجھ کو رونا ہے چشم پرنم کا
میرا رونا رلائے گا تم کو
کہ یہ رونا نہیں ہے شبنم کا
آئیے دیکھئے مبارک کو
کہ وہ مہمان ہے کوئی دم کا

خوب پیرن ہے کہ ہر پردے سے ہے تو پیدا
رنگ غنچے سے عیاں پھول سے خوشبو پیدا

سوز وہ سوز ہے جو خرمنِ ہستی پھونکے
دل وہ دل ہے جو کرے درد کا پہلو پیدا

ضبط گریہ پہ کہا تو یہ کہا ظالم نے
درد اُٹھے دل میں تو ہو آنکھ میں آنسو پیدا

جب نکالی گئی تلوار سنبھالی نہ گئی
قتل کا شوق ہے تو کیجیے بازو پیدا

لے اُڑی نکہتِ گل پھر ترے زلفوں کو
پھر کھلے پھول ہوئی پھر تری خوشبو پیدا

لاکھ تیروں کی برابر ہے تری ایک نگاہ
لاکھ تلوار کریں گے ترے ابرو پیدا

روگ آنکھوں کو مبارک ہے نظربازی کا
اک نہ اک ڈھونڈ کے ہم کرتے ہیں گلرو پیدا

ہو گئیں رخصت بہاریں دورِ چل کر رہ گیا
ہر حریفِ بزم مے کیا ہات مل کر رہ گیا
شمع سے پروانہ لپٹا اور جل کر رہ گیا
یہ تماشا جس نے دیکھا ہات مل کر رہ گیا
مجھ پہ اکثر یہ کرم تیرے تصوّر نے کیا
کچھ تو وحشت کم ہوئی کچھ دل بہل کر رہ گیا
اس پشیمانی میں بھی تھی اِک ادائے دلفریب
دل نہ ہات آیا ظالم ہات مل کر رہ گیا
دل کی پامالی کی تمہید اس کو سمجھا چاہیئے
یہ نہ سمجھو پھول وہ چٹکی میں مل کر رہ گیا
داستانِ غم مبارک کی ادھوری رہ گئی
آج پھر کمبخت کا کچھ ذکر چل کر رہ گیا

تیر جو اس کمان سے نکلا | وہ بڑی آن بان سے نکلا
حال بھی ہم شکستہ حالوں کا | ٹکڑے ہو کر زبان سے نکلا

منہ چھپائے ہوئے عبا سے کوئی
کیا کہیں کس دکان سے نکلا

بے وفا غیر کو کہا تم نے
ارے یہ کیا زبان سے نکلا

طے ہوئے مرحلے محبت کے
دل بڑے امتحان سے نکلا

کیوں مبارک ٹپک پڑے آنسو
کیا ہماری زبان سے نکلا

اسی کا کلمہ ہے وردِ زبانِ عاشقِ زار
جبیں پہ داغ پڑے ہیں جس آستانے کے

غیورِ طبع نے صحبت کھو دیئے سب لطف
کہیں نہ جلنے کے لائق رہے نہ آنے کے

سوائے رشتۂ نازو نیاز کے کہیں اور
بٹھا کے بزم میں آئیں نہیں اٹھانے کے

نہ صوت میں ہی ترنم نہ بال میں ہیں پر
نہ ہم قفس کے رہے اب نہ آشیانے کے

وہ داستاں ہے مبارک یہ داستاں میری
بکیں گے حرف جنینوں میں اس افسانے کے

در پردہ اس نے یوں مجھے قاتل بنا دیا
ظالم ترے کلام نے بسمل بنا دیا

رسمِ وفا تو پانوں کی زنجیر ہوگئی
اس سلسلے کو ہم نے سلاسل بنا دیا

میرا قدم ہے راہِ محبت میں یادگار
کیا نقش کالحجر سرِ منزل بنا دیا

دیکھو تمہیں یہ کون تمہاری بغل میں ہے
یہ کس کو تم نے مدِ مقابل بنا دیا

ہنگامہ ہائے حشر کی بنیاد ڈال دی
نغمے کو کس نے شورشِ محفل بنا دیا

گردش زدوں کو منزلِ مقصد کہاں نصیب
منزل کو اُس نے دوریِ منزل بنا دیا

مشاطہ خیال کے قربان جائیے
اس نے تو خطِ شوق کو بھی مل بنا دیا

گلدستے کہہ رہے ہیں دلِ داغدار کے
محفل کو ہم نے یار کی محفل بنا دیا

دام آفریں بھی مرغِ تہِ دام کی تڑپ
مشکل کو اس نے اور بھی مشکل بنا دیا

بزمِ سخن کا رنگ مبارک اب اور ہی
شرکت کو انقلاب نے مشکل بنا دیا

نہ بو کو بوئے گل ہونا بھلا سمجھا گلستاں میں
نہ راس آیا چمن میں رنگ کو رنگِ چمن ہونا

کہاں وہ بارشِ ابرِ بہار [illegible] کیا
جو میرے دیدۂ خونبار کے لہو نے کیا

تری پسند کا اے خوش پسند [illegible]
جو تھا پسند کے قابل پسند تو نے کیا

رہا قرار سے کب دل کہ بیقرار اسے
اس آرزو نے کیا یا اس آرزو نے کیا
ہزار بار مری حسرتیں شہید ہوئیں
ہزار وعدۂ نا استوار تو نے کیا
کیا جو اشک ندامت کے چار قطروں نے
وہ عمر بھر نہ وضو والوں کے وضو نے کیا
جو خود تپش ہو جو خود درد ہو جو خود غم ہو
وہ کیا ہے یہ کسی سے تباہ تو نے کیا
یہ بزم وعظ ہے یا کوئی میکدہ واعظ
کرے جو بادہ وہ حضرت کی گفتگو نے کیا
بنا یا دوست کو دشمن تری محبت نے
کیا سلوک وہ یاروں نے جو عدو نے کیا
ہزار بار پلائی ہے تو نے اے ساقی
ہزار بار خزاں کو بہار تو نے کیا

پوچھتے ہیں کہ مرے در پہ ہے بستر کس کا
مدعا یہ ہے کہ جم کا ہے مقدر کس کا
بول بالا رہا اے چرخ برابر کس کا
کام بگڑا نہ ترے دور میں بن کر کس کا
آپ ظالم نہیں قاتل نہیں جلاد نہیں
تیر کس کا ہے کماں کس کی ہے خنجر کس کا

شوق کہتا ہے نہ چھوٹے کوئی مضمون میرا
نامہ بر کہتا ہے پڑھتے ہیں وہ دفتر کس کا

کس کی بیتابیِ دل برق کو تڑپاتی ہے
اس نے دیکھا ہے تڑپتے دلِ مضطر کس کا

موج زن ہے ترا دریائے کرم اے ساقی
تیرے صدقے ہیں چھلکتا نہیں ساغر کس کا

کہتے کہتے ہوئے خاموش جو تم کیا باعث
آتے آتے یہ رکا نام زباں پر کس کا

ہم نہ کہتے تھے مبارک ہے وفادار غلام
دیکھئے آپ کی دہلیز پہ ہے سر کس کا

نالۂ گرم تو کرتے ہو مبارک لیکن
یہ بھی پوچھا کبھی تم نے کہ جلا گھر کس کا

آپ کو قتل سے انکار ہے کیا
کیوں نکلتی نہیں تلوار ہے کیا

ڈھونڈتی رہتی ہیں اچھی صورت
ہوگیا آنکھوں کو آزار ہے کیا

سرفروشوں سے یہ غمزے کیسے — رہ گئے تول کے تلوار پہ کیا
ارے خاموش مبارک خاموش
شکوۂ یار مرے یار یہ کیا

آپ آتے نہیں آتا ہی پیام آنے کا — فائدہ کیا کسی مشتاق کو ترپانے کا
کہتے ہیں مہر و محبت کا صلا خوب کہی — آپ نے کام کیا ہے یہ سزا پانے کا
کرلو سودا کوئی اٹھتا ہوا بازار ہے یہ
کہ گیا وقت مبارک نہیں ہاتھ آنے کا

نیاز مند رہوں اس کے سوا ہے کیا کہنا
سلام شوق مرا اُن سے اے صبا کہنا
اسی سے چھپنا جسے صورت آشنا کہنا
اسی ادا پہ تو مرتے ہیں اس کا کیا کہنا
ہمیں یہ جانتے ہیں یہ ہمیں کو آتا ہے
بتوں کو چاہئے کس حال میں خدا کہنا

یہ بات کیسی کہی کہئے حضرتِ واعظ
کسی بُرے کو بھی اچھا نہیں بُرا کہنا

نہ تم سا شاہدِ رعنا نہ ہم سا شاہد باز
تمہارا پوچھنا کیا ہے ہمارا کیا کہنا

خلافِ شیوۂ اہلِ وفا ہے یاد رہے
مبارک اپنی وفا کو نہ تم وفا کہنا

کہہ رہی ہیں وہ فتنہ گر آنکھیں
میرا فتنہ کسی سے سر نہ ہوا

جن کے قدموں لگی بہار پھرے
کبھی اُن کا اِدھر گزر نہ ہوا

اب وہی صید ہے جو تھا صیاد
نالۂ بلبل کا بے اثر نہ ہوا

نالہ کش کون تھا مبارک رات
کیا ہوا یہ گلا اگر نہ ہوا

وہ بہار آئی وہ میکش آئے وہ صحبت جمی
وخت رز بیٹھی ہے کیا شیشے میں پہلے ہیں آ

بتر ہیں طعنے مبارک یہ بتانِ دہر کے
بیوفا کعبے کو جاتا ہے صنم خانے میں آ

وہ جو ملتے تو کیا نہیں ملتا کس سے پوچھیں پتا نہیں ملتا
آپ سا دلربا نہیں ملتا مجھ سا بھی مبتلا نہیں ملتا
رہنے دے اپنی بندگی زاہد بے محبت خدا نہیں ملتا
اُس کو پایا تو ہو گئے خود گم اب ہمارا پتا نہیں ملتا
کس چمن میں ہے وہ گلِ رعنا ڈھونڈتی ہے صبا نہیں ملتا
ڈھونڈتے ہیں کہاں مبارک آپ
یہ نہ کہیے خدا نہیں ملتا

دل تجھ پہ ٹوٹ کر نگہِ ناز آگیا کافر کہاں سے تجھ کو یہ انداز آگیا
اب ہوش ہیں نہ آنے کا انداز آگیا اے بیخودی سمجھ میں ترا راز آگیا
یہ نامراد کس لئے پھر لب پہ آگئی کس دن وہ سن کے کچھ بری آواز آگیا
ہم اُڑتے اُڑتے دام میں الٹے آگئے کیا جانے جی میں کیا دمِ پرواز آگیا

تمہارا ہے تو قالب بے روح کی طرح — جان آ گئی اگر کوئی دم ساز آ گیا
اب اختیار میں نہیں بے اختیار یا — دل اپنی ذمہ داریوں سے باز آ گیا
بلبل ہے نغمہ زن کہ مبارک غزل سرا
بزم سخن میں کون خوش آواز آ گیا

ب

کیوں کمی ہونے لگی اے کینہ جو کینے میں اب
کیا کدورت کی جگہ باقی نہیں سینے میں اب
یہ نہ کہہ ناصح حسینوں پر عبث مرنے لگے
ہونٹ تھا جینا مزا آنے لگا جینے میں اب
دل جگر تو لے اڑی تیری نگاہ اولیں
ڈھونڈتا ہے کیا تیرا تیر نظر سینے میں اب
آئینہ گرچہ مبارک دل سے آئینے کا ہے
شکل آتی ہے نظر اُس کی اِس آئینے میں اب

کیا حالِ زبوں میرا بیاں خوب — رنگی قاصد نے میری داستاں خوب

اثر ہو یا نہ ہو واعظ بیاں میں — مگر چلتی تو ہے تیری زباں خوب

تیری دہلیز پر ہے سر ہمارا — ملا خوش قسمتی سے آستاں خوب

ت

یہ بہانہ رکھ کے دل پر ہات وہ رکھتے نہیں
کہتے ہیں میری بلا رکھے ہرے چلتے ہیں ہات

اُن کو دل لے کر ہمیں دے کر پشیمانی ہوئی
وہ مبارک اُس طرف ہم اس طرف ملتے ہیں ہات

ناز و انداز پر نہیں موقوف — مار رکھنے کے ہیں طریق بہت

میرا مکتوب شوقِ طولانی — اُن کا خط مختصر دقیق بہت

ایک کیا سو ملیں مبارک سے
تم سلامت رہو رفیق بہت

ج

کسی کو خونِ دل سے خط لکھوں آج
اسی سے داستاں اپنی رنگوں آج

کرم کر گھر کا گھر ہو نذرِ آتش
لگا دے آگ یوں سوز دروں آج

خدا دے اضطرابِ شوق ایسا
تسلّی دی دلِ مضطر کو یوں آج

کسی کا ہات کل طوقِ گلو تھا
گلے کا ہار ہے دستِ جنوں آج

وہ آیا جھوم کر ابرِ بہاری
چلے ساقی شرابِ لالہ گوں آج

سنو تو وارداتِ اپنی سناؤں
کہو تو سرگزشت اپنی کہوں آج

ح

چلتے ہیں اور حشر کی پھر چال کس طرح
دنیا ہوئی ہے دیکھ تو پامال کس طرح

جیسے دو ناآشنا دھوکے ہیں مل کر ہوں الگ
یوں ملی مل کر پہنچی میری دعا تا شبِ صبح

خ

نہ ہوتے ہمنشیں زنہار گستاخ
بنایا آپ نے سرکار گستاخ
مرا ذمہ جو ناصح پی کے بہکے
نہیں ہونے کا یہ ہشیار گستاخ
مبارک کی کرو گستاخیاں عفو
کہ ہوتے ہیں طبیعت دار گستاخ

د

چشمِ خواب آلودہ کہتی ہے کہیں جاگے ہیں رات
یہ نہ کہئے صبح ہم کیوں بے سبب آتی ہے نیند
آئے جب گورِ غریباں پر یہ آوازے کسے
کس بلا کے سونے والے ہیں غضب آتی ہے نیند
خارِ تن بن کر چبھی جاتی ہیں پلکیں آنکھ میں
درد اُٹھ اُٹھ کر جگا دیتا ہے جب آتی ہے نیند
یاد رکھنے کا مبارک مصرعہ اُستاد ہے
چین جب دل کو نہیں آتا تو کب آتی ہے نیند

آپ خوشیاں بھی منائیں گے ہمارے غم کے بعد
مجلسِ شادی بھی ہو گی مجلسِ ماتم کے بعد

ناصحِ مشفق کے چھینٹے اور بھڑکاتے ہیں آگ
کیا لگی دل کی بجھے گی دیدۂ پرنم کے بعد

حضرتِ واعظ وہاں اپنا گزارا ہو چکا
آدمی پھر کون جنت میں رہا آدم کے بعد

تم کو ہے ہم سے شکایت ہم کو تم سے وصل میں
رات کیا باقی رہے گی شکوۂ باہم کے بعد

منزلیں کرنی ہیں طے تجھ کو مبارک پے بہ پے
ایک عالم اور بھی ہے دیکھ اس عالم کے بعد

آئی ہے مجھ کو شکل تری چاند سی پسند
کیا کہنا اُس پسند کا یہ ہے مری پسند

وارفتگی پہ اپنی تصدق ہزار بار
یعنی کہ اُن کو ہے مری وارفتگی پسند

کلیوں کے مسکرانے پہ بلبل ہی باغ باغ
مجھ کو ہے ایک غنچہ دہن کی ہنسی پسند

آنکھیں ہیں جیتی جیتی بھنوؤں پر ڈھلی ہوئی
پیوستہ ابرو کی ہے پیوستگی پسند

پیرِ مغاں کے ہات ہمارا ہے فیصلہ
ہم رند مشربوں کو ہے تر دامنی پسند

ہم تم پہ ختم عادتِ مہر و منصفی ہی شرط
کس کی بھلی پسند ہے کس کی بری پسند

رکھا کے مقابلے میں مہِ مصر کی شبیہ
بیٹھے ہیں جانچنے وہ مبارک مری پسند

ناقوس کا ہو شور کہ ہو شورِ اذان بند
ہونے کی نہیں عاشقِ نالاں کی فغاں بند

مژگاں نے کمی کی تو نظر بن گئی ناوک
کب تیر چلانے سے ہی تیری کماں بند

نکلا ہوا دامن بھی قبا کا نہیں چھپتا
اور یہ بھی کہیں چلتے ہیں ٹوٹے ہیں کہاں بند

مسجد کی سرِ راہ بنا ڈال نہ زاہد
اس روک سے ہونے کے نہیں کوئے بتاں بند

ہیں حسن پرستی پہ مری طعنہ زن احباب
ہونے کی مبارک نہیں یاروں کی زباں بند

ر

یہ اُن سے پوچھو جو بیٹھے ہوئے ہیں منبر پر
کبھی نظر بھی پڑی ہے چھلکتے ساغر پر

کسی کے دل میں کبھی درد تو اٹھا ہی نہیں
اُٹھایا کیا مرے نالوں نے آسماں سر پر
عدو کے طعنۂ بیہم کا کیا گلا کیجئے
کہ دوستوں نے بھی نشتر لگائے نشتر پر
زہے نصیب کہ دل وہ بلا نصیب ملا
جب آیا ٹوٹ کے آیا کسی ستمگر پر
یہ ان سے کہہ دو جو فرما رہے ہیں وعظ پہ وعظ
بہار کہتی ہے ساغر چلے گا ساغر پر
پڑے نہ آدمی دیر و حرم کے چکر میں
یہ کہتا تھا کوئی بیٹھا ہوا کسی در پر
شکست توبہ کی تمہید ہے تری توبہ
زباں پہ توبہ مبارک نگاہ ساغر پر

مستوں کی کب ہے گردش جام پر نظر
رہتی ہے ایک چاند کے ٹکڑے کی جستجو

ساقی پہ ہے کبھی تو کبھی جام پر نظر
اس بام پر نظر کبھی اس بام پر نظر

پھر گل کھلائیں گی یہ نظر بازیاں مری پھر پڑ رہی ہے ایک گل اندام پر نظر
صدقے اتر رہے ہیں مبارک نگاہ کے
قربان ہو رہی ہے دلِ آرام پر نظر

چاند کو بھی ہم نے دیکھا رہ گیا منہ دیکھ کر
چاند کیا دیکھیں تمہارا چاند سا منہ دیکھکر
آئینے سے ہم ہیں اچھے ہم سے اچھا آئینہ
کہہ رہی ہے یہ تری بانکی ادا منہ دیکھکر
ورنہ پھر کیوں یہ حریصِ لذتِ دیدار ہیں
کچھ تو دیکھا میری آنکھوں نے ترا منہ دیکھکر

بسر ہوگی فرقت میں اوقات کیونکر گزاریں گے دن کس طرح رات کیونکر
مجھے توبہ سے پہلے زاہد بتا دے کہ بے بادہ گزرے گی برسات کیونکر
مرا دل تو اس کو نہیں مانتا ہے نہ مانو گے تم غیر کی بات کیونکر
نہ پوچھ اس کو افشاں بھری مانگ والے گزرتی ہے تاروں بھری رات کیونکر

ادا کہہ رہی ہے یہ بیگانگی کی
نبھے گی کسی سے ملاقات کیونکر
اچھوتا سخن ہے تمہارا مبارک
تمہیں سوجھتی ہے نئی بات کیونکر

یہ دل ایمان لایا بھی تو اُس بد عہد کی ہاں پر
بنا ہے عہد کی جس کے شکستِ عہد و پیماں پر
ہم اس ڈر سے نہ کہتے تھے نہ رکھئے زلف برہم میں
پریشانیٔ دل طُرّہ ہوئی زلفِ پریشاں پر
ادائیں دلربا انداز دلکش موہنی صورت
تصدّق کیوں نہ پھر ہو جائیے اُس آفتِ جاں پر
پتا چلتا ہے اس سے فصلِ گل شاید قریب آئی
کہ جا پڑتا ہے پھر وحشت میں ہاتھ اپنا گریباں پر
جبینِ شوق ہے سجدے میں ان کا آستانہ ہے
کبھی دہلیز پر سر ہے کبھی ہے پائے درباں پر
لگایا ہے مبارک حکم یہ اختر شناسوں نے
بلائیں آنے والی ہیں محبت میں دل و جاں پر

دل مرے اختیار سے باہر ... اُن کے غمزے شمار سے باہر
ہیں بہت ایسے جو بظاہر ہیں ... زمرۂ بادہ خوار سے باہر
دشت کو گھر سے نکلے دیوانے ... بُو ہوئی زلفِ یار سے باہر
اُس کی تسبیح اور سودا نے ... وصف جس کے شمار سے باہر

گھر میں رہتے تمہیں مبارک تم
پھرتے ہو بے قرار سے باہر

دامن اشکوں سے تر کریں کیونکر ... راز کو مشتہر کریں کیونکر
بجلیاں کوندتی ہیں جلوۂ یار ... تیری جانب نظر کریں کیونکر
کیا کہیں کیا کیا خضر نے سلوک ... اِن کے ساتھ اب سفر کریں کیونکر
دل شکن دل فریب دل آزار ... دل میں ایسے کے گھر کریں کیونکر
جو برابر کسی کا دل لوٹیں ... وہ برابر نظر کریں کیونکر
نامۂ شوق ہے یہ لے قاصد ... تو ہی کہہ مختصر کریں کیونکر

مجرم عشق ہوں مبارک میں
جرم وہ درگزر کریں کیونکر

س

لیچلا پھر مجھے دل یارِ دل آزار کے پاس
اب کے چھوڑ آؤں گا ظالم کو ستمگار کے پاس

میں تو ہر ہر خمِ گیسو کی تلاشی لوں گا
کہ مرا دل ہے ترے گیسوئے خمدار کے پاس

آپ خلوت میں تھے سرگرمِ تکلم کس سے
میں بھی تھا کان لگائے ہوئے دیوار کے پاس

تو تو احسان جتاتی ہوئی آتی ہے صبا
یوں بھی آتا ہے کوئی مرغِ گرفتار کے پاس

مجھے اُس بزم میں جانے دیں مبارک احباب
دل بہلتا نہیں اپنا کسی غمخوار کے پاس

ش

تم وقت پر کر جاتے ہو پیمان فراموش
یہ بھول نہیں ہوتی مری جان فراموش

محرابِ عبادت خمِ ابرو ہے بتوں کا
کر بیٹھے ہیں کعبے کو مسلمان فراموش

ع

خوش آتا نہیں ہمنشینوں کا مجمع
کہ دل ڈھونڈتا ہے حسینوں کا مجمع

جو ہو چشم باطن تو پھر سیر دیکھو
نظر آئے پردہ نشینوں کا مجمع

دکھائے اُسے مجمع حور واعظ
نہ دیکھا ہو جس نے حسینوں کا مجمع

میسر ہے ہر روز شب چودہویں کی
سلامت رہے مہ جبینوں کا مجمع

غ

اہل زمیں ہی کون نہیں اشکبارِ داغؔ
یہ چرخ نیلگوں بھی تو ہے سوگوارِ داغؔ

اُگتے رہیں گے لالہ و گل اُس کی خاک سے
پھولا پھلا رہے گا یونہیں لالہ زارِ داغؔ

ہر دل میں داغ داغؔ کا ہے نقش کالحجر
ہر دل میں یاد داغؔ کی ہے یادگارِ داغؔ

اک خضر تھا کہ راہ پہ سب کو لگا گیا
اک خلق جا رہی ہے سرِ رہگذارِ داغؔ

گھٹتی ہوئی نہ تھی خاک سے بھی کچھ فروتنی
بڑھتا ہوا تھا کوہ سے بھی کچھ وقارِ داغؔ

جی ڈھونڈتا ہے ہائے اُسی سحر کار کو
لائیں کہاں سے خامۂ جادو نگارِ داغ

پڑتی نہیں نگاہ کسی گلعذار پر
آنکھوں میں بس رہی ہے کچھ ایسی بہارِ داغ

معلوم ہے کہ ایسوں کا ملنا محال ہے
کھینچیں گے تا بہ حشر مگر انتظارِ داغ

کیا شخص آج خاک میں افسوس مل گیا
رو رو کے کہہ رہی ہے یہ شمعِ مزارِ داغ

ہوتی ہے دل کے پار مبارکؔ یہ آہ آہ
اللہ صبر دے تجھے اے سوگوارِ داغ

فصل گل آئی چمن نکھرا نظر ہے باغ باغ
گل کھلاتی پھرتی ہے بادِ سحر ہے باغ باغ

کامیابی کی بشاشت چھپ نہیں سکتی کبھی
ہاں! جوابِ نامہ لایا نامہ بر ہے باغ باغ

کیا کہیں تم سے خدا سے کیا دعا مانگی ہے آج
وہ دعا جس سے گلے مل کر اثر ہے باغ باغ

تیرے قرباں اے مرے ناوک فگن اک تیر اور
زخمِ دل ہے خندہ زن زخمِ جگر ہے باغ باغ

شادمانی ٹپکی پڑتی ہے درودیوار سے
آپ کی آمد کے صدقے گھر کا گھر ہے باغ باغ

ف

دل کی طرف نگاہ کبھی جان کی طرف
جھوٹی قسم کو ہات بھی قرآن کی طرف

قاتل کا ہات تیغ پہ پڑتا ہے بار بار
سر اپنا جھک رہا ہے اس احسان کی طرف

پھر آ رہی ہے فصلِ بہاری قریب کیا
پھر ہات بڑھ رہا ہے گریبان کی طرف

پھر کھل رہے ہیں دشت میں گلہائے رنگ رنگ
پھر بس رہا ہے شہر بیابان کی طرف

ساری خدائی اُس کی طرفدار ہو گئی
اتنا نہیں کوئی کہ ہو ایمان کی طرف

گزری تمام عمر کسی آستاں پہ یوں
در کی طرف نظر کبھی دربان کی طرف

جاتا کہاں ہے تو مرے دامِ خیال سے
ہر وقت میرا دل ہے ترے دھیان کی طرف

تقویٰ کی لیجیئے نہ مبارک کہ آپ کو
دیکھا ہے مے فروش کی دُکان کی طرف

صاف ہو جاؤ تو پھر ہو گفتگو بھی صاف صاف
تم سے کہہ دیں دل کی ساری آرزو بھی صاف صاف
کاش ہوتا دل بھی صاف اے زاہدِ ظاہر پرست
ہے مصلا بھی صفا ظرفِ وضو بھی صاف صاف
جو ہمارے دل میں ہے وہ بھی کہے دیتے ہیں ہم
کہہ دے اپنے دل کی اے یار تو بھی صاف صاف
میکشی سے بھی تجھے انکار اے توبہ شکن
منہ سے آتی ہے مبارک مے کی بو بھی صاف صاف

ل

ہنسی غنچوں کے لب پر بلبلوں کے چہچہے کب تک
بساطِ فصلِ گل کو تا ہ سبزے لہلہے کب تک

مزا جب قصہ خوانی کا ہے کوئی سننے والا ہو
کہانی چپکے چپکے آپ ہی کوئی کہے کب تک

جو عالم تھا وہی عالم ہے اب تک چشمِ گریاں کا
خدا معلوم یہ ناسور کی صورت بہے کب تک

چلے گا دور تا چند اب کہ دورِ آخری آیا
لگائے گی صراحی بزمِ مے میں قہقہے کب تک

محبت میں وفا کی حد جفا کی انتہا کیسی
مبارک پھر نہ کہنا یہ ستم کوئی سہے کب تک

محبت میں چھپی اکثر یہاں تک
کہ پہنچے معرکے تیر و کماں تک

چلے ناوک پہنچی ظالم کہاں تک
کہاں تک امتحاں آخر کہاں تک

چلے جاتے ہیں آوازِ جرس پر
پہنچ جائیں گے بچھڑی کارواں تک

ہوائے شوق کے جھونکے سلامت
رہو گے تم پسِ پردہ کہاں تک

نہ وہ عیار مجھ سے پوچھتا ہے
نہ دل کی بات آتی ہے زباں تک

اسی سر کو سرِ شوریدہ کہیے
جو پہنچے اُس کے سنگِ آستاں تک

نیاز و ناز کے چرچے رہیں گے ہماری اور تمہاری داستاں تک
مبارک ہو کوئی دن اور سن لو
بیاں کا لطف ہے اس خوش بیاں تک

درونِ سینہ دل پر کوئی تو صدمہ گزرتا ہے
جو اشک آنکھوں سے بہہ کر متصل آتے ہیں دامن تک
مبارک ترکِ مے کا تم عبث اقرار کرتے ہو
کبھی توبہ سلامت بھی رہی حضرت کی ساون تک

افسانۂ رقیب بجا سر سے پاؤں تک
میں نے کہا تو جھوٹ کہا سر سے پاؤں تک

گ

چشمِ بد دور آپ ہیں رعنا جوان سب سے الگ
آپ کی رعنائیاں ہیں میری جاں سب سے الگ

برق کی زد پر نہ ہو ایسا کہاں کوئی نہال
باندھئے اس باغ میں کیا آشیاں سب سے الگ

مئے اچھوتی۔ جام اچھوتا اُن قدح خواروں میں ہوں
میکدہ سب سے جدا پیر مغاں سب سے الگ

لطف ہے بے لطفیاں مہر و کرم بے مہریاں
مہربانی ہے تمہاری مہرباں سب سے الگ

اس بھری محفل میں ہم سے داورِ محشر نہ پوچھ
ہم کہیں گے تجھ سے اپنی داستاں سب سے الگ

یہ چار دن میں ہوا لطفِ بے حساب کا رنگ
اِدھر عتاب کی چتون اُدھر عتاب کا رنگ

نہ دے خدا کے لئے سیرِ باغ کے طعنے
کہاں بہار رہیں ظالم ترے شباب کا رنگ

ہزار پردے میں دیکھا ہزار بار مگر
وہی حیا کی ادائیں وہی حجاب کا رنگ

برس برس کے کھلیں نا گھٹائیں ساون کی
اُڑا اُڑا کے تھکیں دیدۂ پُر آب کا رنگ
سرورِ مئے بھی مبارک چھپائے چھپتا ہے
جھلک رہا ہے تیری آنکھ میں شراب کا رنگ

ل

کہتی ہے خاکستر پروانہ پروانے کا حال
شمع سر دھنتی ہے ہو جاتا ہے دیوانے کا حال
جس قدر سلجھا کے کہئے اُس قدر اُلجھن بڑھے
کچھ عجب پیچیدہ ہے دل کے اُلجھ جانے کا حال
مونسِ شب ہائے تنہائی کہاں سے لائیے
بیکسی میں کس سے کہئے دل کے گھبرانے کا حال
بہکے گا میکدہ پیمانے کا پیمانہ ہے
مختصر ہے یہ مبارک دل کے پیمانے کا حال

م

اُٹھیں گے تیرے در سے نہ بستر اُٹھا کے ہم
اُٹھیں گے بھی تو فتنۂ محشر اُٹھا کے ہم

قرآن اُٹھا کے قبلہ و کعبہ کہیں حرام
کہتے ہیں مئے حلال ہے ساغر اُٹھا کے ہم

یہ کس کی ہم کو نوکِ پلک یاد آ گئی
دل میں چبھو رہے ہیں جو نشتر اُٹھا کے ہم

آئے نہ باز غمزدۂ صبر آزما سے تم
چوکے نہ ضبطِ نالہ و آہ و فغاں سے ہم

بے مہر و بیوفا تو زمانا کہے تمہیں
جور و جفا کا شکوہ کریں آسماں سے ہم

اس باغ کی بہار سے بلبل نہ دل لگا
سو داغ دل پہ لیکے چلے ہیں یہاں سے ہم

لڑی تھی کس سے الٰہی نظر نہیں معلوم
یہ کس نے لوٹ لئے دل جگر نہیں معلوم

یہ کس کو دیکھ کے کلیاں شگفتہ ہوتی ہیں
چمن میں ہوتا ہی کس کا گذر نہیں معلوم

کہاں سے آگئی دل میں کھٹک خدا جانے
یہ روگ دے گئی کس کی نظر نہیں معلوم

قرار سے تھا دلِ بیقرار یا اللہ
یہ کس کی ہو گئی اُس کو نظر نہیں معلوم

مصیبت اپنی کہیں ہم تو کیا کہیں تم سے
تمھیں اذیت دردِ جگر نہیں معلوم

صبوحی اپنی مبارک قضا نہیں ہوتی
تمھیں ہماری نمازِ سحر نہیں معلوم

یوں بڑھاتے ہیں بت بیہوش ہی یارانہ ہم
وہ ہمیں دیتا ہے پیمانہ اُسے پیمانہ ہم

شمع بھی جس پر فدا نام خدا وہ شمع تم
نام نکلا جس کا پروانوں میں وہ پروانہ ہم

نغمۂ بلبل ہے میخواروں کو پیغام عمل
پھر بہار آئی چلے پھر جانب میخانہ ہم

اپنی مستی کے تصدق اپنی مستی کے نثار
نکلے مستوں میں خرابے گس مستانہ ہم

ہوش والا ہو تو اس سے ہوش کی باتیں کرو
اب تو ہیں اے ہوش والو ہوش سے بیگانہ ہم

کل زبانوں پر مبارک ہوگی اپنی داستان
وہ زمانہ آگیا ہو جائیں گے افسانہ ہم

ن

بہار جھوم کے آئی چمن میں میلے ہیں
فسردہ دل کہیں بیٹھے ہوئے اکیلے ہیں

نہ دل پہ صلح ہوئی اور نہ جان دیکے چھٹے
نیاز و ناز کے جھگڑے عجب جھمیلے ہیں

اُدھر ہے عشوہ و اندازِ دلبری کا ہجوم
اِدھر ہے دل کی یہ فریاد ہم اکیلے ہیں

تمام عمر گزاری پری جمالوں میں
ہمیشہ ہم نے محبت کے کھیل کھیلے ہیں

ہماری یاد بھی ظالم انہیں تنہائی
تنہائی تمہیں بھی مبارک کہ ہم اکیلے ہیں

کیا کہیں کیا کیا تری نگاہوں نے سلوک
دل میں آئیں دل میں ٹھہریں دل میں پیکاں ہو گئیں

فصل گل آئی نوا سنجانِ گلشن کو نوید
مژدہ آنکھوں کو نگاہیں گل بداماں ہو گئیں

کیا بتائیں کیا ہلا دل کو مبارک ہو گئی
دل لگی کی صحبتیں وحشت کا ساماں ہو گئیں

ترے درد کا وہ مزا جانتے ہیں — کہ اس درد کو جو دوا جانتے ہیں
بہت دیکھے ہیں موہنی شکل والے — یہ سفاک دل لوٹنا جانتے ہیں
تمہیں کیا خبر دوستی کیا بلا ہے — اسے ہم وفا آشنا جانتے ہیں
وہ کہہ دیتے ہیں عرض مطلب سے پہلے — کہ ہم آپ کا مدعا جانتے ہیں
خدا کے لئے ہم سے بندے خدا کے — نہ پوچھیں ہم اُس بت کو کیا جانتے ہیں
جھلکتا ہے ہر رنگ میں رنگ تیرا — یہ نیرنگ رنگ آشنا جانتے ہیں
یہ کالی بلا رات بھی کیا بلا ہے — تری زلف کے مبتلا جانتے ہیں
ہماری جبیں سائیاں پوچھ ان سے — یہ سجدے ترے نقش پا جانتے ہیں

وہ کیا جانیں بے درد ہیں جو مبارک
مرادِ دردِ درد آشنا جانتے ہیں

یہی تو ہوتی آئی ہے سلف سے تیری یاری میں
کسی کی چین سے گذری کسی کی بے قراری میں
جو بس چلتا تو ہم توبہ تری مئے میں ڈبو دیتے
لگاتے آگ اے زاہد تری پرہیزگاری میں

کسی سے آج کا وعدہ کسی سے کل کا وعدہ ہے
زمانے کو لگا رکھا ہے اس اُمیدواری میں

ستم اس بہانے سے ڈھائے گئے ہیں
کہ سو بار ہم آزمائے گئے ہیں

ہوا یا نار ہتے ہیں جو حضرت جاں کی
گلی میں حسینوں کی آئے گئے ہیں

یہ قہر و غضب غیر پر افترا ہے
یہ چتون یہ تیور بنائے گئے ہیں

نہیں دل کی خیر اس گلی میں مبارک
کہ ٹکڑے بہت دل کے پائے گئے ہیں

ہم وفادار نہیں گر یہ گوارا نہ کریں
وہ سلامت ہیں جو پاس ہمارا نہ کریں

اور کہتے ہیں ستانا کہ جلانا کس کو
ذکر دنیا کا کریں آپ ہمارا نہ کریں

مصلحت یہ ہے مبارک جو لگاتے ہیں خضاب
خوش جمالانِ خوش انداز کنارا نہ کریں

دیکھنا پیرِ مغاں کی یہ کراماتیں ہیں
خالقاہیں جو تھیں کل آج خراباتیں ہیں

پوچھ لے دیدۂ بیخواب سے اس کو تقسیم
ارے رونے کو کہ سونے کو مری راتیں ہیں

اُس سے افسانۂ اربابِ وفا کیا کہیے
جو کہے یہ کہ بنائی ہوئی سب باتیں ہیں

ناز سرگرمِ تواضع تو ادا صرفِ تپاک
یہ بلا کی یہ قیامت کی مداراتیں ہیں

سینک لیتا ہوں مبارکؔ کبھی آنکھیں ان سے
اب کہاں لالہ عذاروں سے ملاقاتیں ہیں

کسی نے برچھیاں ماریں کسی نے تیر مارے ہیں
خدا رکھے انھیں یہ سب کرم فرما ہمارے ہیں

مبارکؔ حسن والوں میں ادا فہموں کی شامت ہے
لگا کر دل کی بازی ان سے ہم دانستہ ہارے ہیں

تم پر آتا ہے کس کو پیار نہیں
اک ہمیں تو گناہ گار نہیں

پاؤں ہم تیری راہ میں رکھتے
سر کے بل چلتے اختیار نہیں

اُس سے کہنے چلا ہوں درد جسے
دردمندوں کا اعتبار نہیں

ہائے آنکلے کس چمن میں ہم ہے خزاں ہی خزاں بہار نہیں
قہقہے کہتے ہیں صراحی کے میکدے والے ہوشیار نہیں
ہے مبارک کی میکشوں میں ساکھ
ایسا ویسا وہ بادہ خوار نہیں

جہاں سر جھکے گا وہی در ہے تیرا ترے نام کے آستانے بہت ہیں
محبت کے قصے مبارک نہ پوچھو
کہاں تک کہیں یہ فسانے بہت ہیں

اب چمن کی آرزو باقی نہیں وہ بہارِ رنگ بو باقی نہیں
جستجو کی منزلیں باقی رہیں اور پائے جستجو باقی نہیں
دردِ دل سن کر کہا تو یہ کہا اب تو کوئی گفتگو باقی نہیں
اے نشاطِ زندگی کیا ہو گیا زندگی کیسی جو تو باقی نہیں
میری آنکھوں نے مبارک چن لیا
اب تو کوئی خوبرو باقی نہیں

تمہارے سامنے ہم اور ہی عالم میں رہتے ہیں
جدا ہوتے ہیں جب تم سے ہجوم غم میں رہتے ہیں

لڑا لیتے ہیں آنکھیں تیری تصویرِ خیالی سے
کہ ارماں دید کے اس دیدۂ پُرنم میں رہتے ہیں

تمہاری دھن ہے ہر لحظہ تمہارا دھیان ہی ہر دم
غرا رکھے تمہیں ہم اور ہی عالم میں رہتے ہیں

ترے سر کی قسم راتیں بسر ہوتی ہیں یوں اپنی
کہ ہم الجھے خیالِ زلف خم در خم میں رہتے ہیں

تڑپتے لوٹتے یوں بستر غم پر گزرتی ہے
جو میرے ساتھ رہتے ہیں مرے ماتم میں رہتے ہیں

کہیں دل ہے کہیں ہم ہیں سلامت بیخودی اپنی
یہ عالم ہے ہمارا ہم اب اس عالم میں رہتے ہیں

خم ابرو تمہارا کعبۂ تسلیم ہے اپنا
جھکائے سر خیالِ ابروئے پر خم میں رہتے ہیں

مبارک آپ تو تصویر ہیں آشفتہ حالی کی
بہا کرتے ہیں اشک آنکھوں سے کس کے غم میں رہتے ہیں

فیضِ صحبت کا کسی کے یہ اثر رکھتے ہیں
دردِ دل دردِ جگر دیدۂ تر رکھتے ہیں

کوئی مجلس ہو وہ خلوت ہے ہماری اے دوست
کہ تصور ترا ہم پیشِ نظر رکھتے ہیں

کبھی دل کبھی ہم جگر دیکھتے ہیں
کبھی اُن کی ترچھی نظر دیکھتے ہیں

مری شکل میرا مرض کہہ رہی ہے
مری نبض کیا چارہ گر دیکھتے ہیں

نیا امتحاں ہے نئی آزمائش
وہ ناوک لگا کر جگر دیکھتے ہیں

دیدۂ دل میں وہ مہمان بنے بیٹھے ہیں
کہیں حسرت کہیں ارمان بنے بیٹھے ہیں

حضرتِ غم مرے دل سے کہیں جاتے ہی نہیں
آئے مہمان تو مہمان بنے بیٹھے ہیں

قبلہ و کعبہ یہ تو پینے پلانے کے ہیں دن
آپ کیا حلق کے دربان بنے بیٹھے ہیں

فریب کھائے بہت ان فریب کوشوں میں
تمام عمر گزاری نقاب پوشوں میں

نصیب چمکیں گے بازارِ دل فروشی کے
جو آگیا وہ نظر باز دل فروشوں میں

جو دلنشیں ہو کسی کے تو اُس کا کیا کہنا
جگہ نصیب سے ملتی ہی دل کے گوشوں میں

یہ اک طرح کی ہے تحریکِ دعوائے واعظ
مئے طہور کا مذکور بادہ نوشوں میں

نصیب جس کو نہ ہو گل رخوں کا نظارہ — وہ جاکے آنکھ بھی سینکے نہ گل فروشوں میں

یہ مانا ہم نے ہیں عیار آنکھیں — چرا کر دل نہ ہوں گی چار آنکھیں
ارے او الپٹی دستار والے — نثارِ طُرّۂ دستار آنکھیں
سنان دل پر لگی ناوک جگر پر — کرے اب کون تم سے چار آنکھیں
مگر حضرت کو رندوں نے پلائی — وہ گریہ شیخ اور گلنار آنکھیں
کھلی جاتی ہے دیکھو دل کی چوری — گئے دیتی ہیں وہ اقرار آنکھیں

مصیبت ہے کسوٹی دوستی کی
چُراتے ہیں مبارک یار آنکھیں

کون حلقے ہیں ترے زلفِ ستم کیش نہیں
رہ گئے اہلِ نفس بھی چلی پیش نہیں
اک زبردست کشش ہے کہ لئے جاتی ہے
سوجھتا راہِ محبت میں پس و پیش نہیں

بزمِ جنت جسے کہتا ہے بتا اے واعظ
کیا وہ اک صحبتِ رندانِ صفا کیش نہیں

ہم سے مئے آشام مبارک ہیں قناعت والے
جو ملی پی گئے کچھ بحثِ کم و بیش نہیں

نازو الوں کے بھی انداز کہیں چھپتے ہیں
یہ دغا باز فسوں ساز کہیں چھپتے ہیں

دل لگاتے ہی تو کہہ دیتی ہیں آنکھیں سب کچھ
ایسے کاموں کے بھی آغاز کہیں چھپتے ہیں

میں تو اظہارِ تمنا پہ مٹا جاتا ہوں
وہ یہ کہتے ہیں سخن ساز کہیں چھپتے ہیں

وہ کھلیں یا نہ کھلیں ہم تو مبارک سمجھے
ناز بردار سے بھی ناز کہیں چھپتے ہیں

پوچھی تقصیر تو بولے کوئی تقصیر نہیں
ہات جوڑے تو کہا یہ کوئی تعزیر نہیں

ہم بھی دیوانے ہیں وحشت میں نکل جائینگے
نجد اک دشت ہے کچھ قیس کی جاگیر نہیں

سو گرفتار ہوں پر بھی وہ گرفتار کہاں
پاؤں ہیں جس کے محبت تری زنجیر نہیں

اک تری بات کہ جس بات کی تردید محال
اک مرا خواب کہ جس خواب کی تعبیر نہیں

کہیں ایسا نہ ہو کمبخت میں جان آجائے
اس لئے ہاتھ میں لینے مری تصویر نہیں

حضرتِ داغؔ کا شاگرد ہے یہ کیا کم ہے
میں نے مانا کہ مبارک ہی کوئی میر نہیں

ترے قدموں نے کرم کیا کفِ پا کا نقش و نگار ہوں
یہ وہ گل کھلے مری خاک پر جو خزاں ہو وہ بہار ہوں
نہ سکونِ دل ہوں کسی کا ہیں نہ کسی کا صبر و قرار ہوں
سرِ خاک اشک چکیدہ ہوں تو زباں پہ نالۂ زار ہوں
یہ عنایتیں یہ نوازشیں یہ کرم یہ بندہ نوازیاں
تری آرزو مری آبرو تری آرزو پہ نثار ہوں
وہ جو بے نیاز نیاز سے وہ جو ساز رکھتے ہیں ناز سے
مجھے تیر اُن کی ادا ادا ہیں مبارک اُن کا شکار ہوں

اِدھر سے کون سے وہ نامہ و پیام نہیں
اُدھر سے رسمِ محبت برائے نام نہیں
تجھے کلام ہی مے میں مجھے کلام نہیں
تجھے حرام ہی واعظ مجھے حرام نہیں

جدھر نگاہ اُٹھی لٹ گئے نظر والے
پری جمالوں سے خالی کوئی مقام نہیں

تمہاری طرح اسے بھی تو آتے ہیں غمزے
تمہارے در د کو بھی دو گھڑی قیام نہیں

جفا تمہاری با اندازۂ وفا نکلی
تمہیں کہو کہ یہ کیا ہی جو انتقام نہیں

پیئے پلائے بشوق آئے جس کا جی چاہے
سبیل پیرِ مغاں کی ہی روک تھام نہیں

کمالِ حسن پر اپنے وہ مہ جبینِ مغرور
مجھے یہ ناز مرا عشق ناتمام نہیں

دہائی داورِ محشر کی دن تمام ہوا
ہماری رام کہانی ابھی تمام نہیں

کسی کی آنکھ کے متوالے ہیں مبارک ہم
ہمارے دور میں تو اور کوئی جام نہیں

بلمبے لمبے بالوں والوں کے خطا داروں میں ہوں
جو رہا ہوتے نہیں ہیں اُن گرفتاروں میں ہوں

ناوک کہیں سناں کہیں تلوار کیا کہیں
تو ہی بنا تجھے نگہِ یار کیا کہیں

شکوہ نہ دام کا ہے نہ صیاد کا گلا
ہم آپ ہو گئے ہیں گرفتار کیا کہیں

اظہارِ حالِ زار کا ایسوں سے فائدہ
آزارِ دل کا تجھ سے دلآزار کیا کہیں

کرتے ہیں واعظ آپ مذمت شراب کی کہتے ہیں کیا جناب کو میخوار کیا کہیں
کیا سرگزشت طور کی موسیٰ سے پوچھیے کہتے ہیں ہم تھے نقش بہ دیوار کیا کہیں
ایسوں سے ترک ہے کا مبارک سوال کیا
توبہ کی تجھ سے رندِ قدح خوار کیا کہیں

جس آشیاں سے لاگ تھی وہ آشیاں کہاں
گرتی ہے برق آتی ہیں اب آندھیاں کہاں
بکھری ہوئی ہے یوں مری وحشت کی داستاں
دامن کہاں کہاں ہے گریباں کہاں کہاں
کہتا ہوں روز اُن سے نئی وارداتِ دل
کہتے ہیں روز وہ یہ نئی داستاں کہاں
آیا تھا میکدے میں قدم اک بزرگ کا
آتی ہیں جھوم جھوم کے اب بدلیاں کہاں
آزاد بندِ شوق سے ہے عشاق کی نماز
سودائیوں میں وقت کی پابندیاں کہاں

شاید قریب منزلِ مقصود آ گئی
کیا بیخودی ہے ہوش میں اب کارواں کہاں

نکلے اُس انجمن سے تو پہلو میں دل نہ تھا
آئے جو ڈھونڈتے تو وہ بولے یہاں کہاں

جب دیکھو تازہ روپ میں صبر آزما ہے حسن
ہوتا ہے ختم مرحلۂ امتحاں کہاں

ایسے میں کیا چلے ہو مبارک چمن کو تم
بلبل کہاں بہار کہاں باغباں کہاں

عشق کی چوسر کس نے کھیلی یہ تو کھیل ہمارے ہیں
دل کی بازی مات ہوئی تو جان کی بازی ہارے ہیں

اس کو مارا اُس کو مارا یہ بسمل وہ لوٹ گیا
نوکِ پلک والوں سے ڈرہی قاتل ان کے اشارے ہیں

صدقے تیری محبت کے کیا داغِ محبت ہاتھ آئے
باغ میں ایسے گُل لوٹے نہ فلک پر ایسے تارے ہیں

اِس کی چمک پر جان تصدق اِس کی کسک پر دل صدقے
درد محبت کی تکلیفیں راحت کے گہوارے ہیں

چھلنی چھلنی دل بھی جگر بھی روزن روزن سینہ بھی
اک نگاہِ ناز نے تیری تیر ہزاروں مارے ہیں

پھونک رہا ہے سوزِ نہانی کون اِس آگ پہ ڈالے پانی
دل کی لگی نے آگ لگا دی داغ نہیں انگارے ہیں

لالہ رخوں میں عمر گذاری اور بہاریں بھی لوٹیں
آج بھی گُل سے گالوں والے مجھکو مبارک پیارے ہیں

جو نگاہِ ناز کا بسمل نہیں
دل نہیں وہ دل نہیں وہ دل نہیں

بوتلیں خالی گئیں زیرِ عبا
آج میخانے میں ہیئے فاضل نہیں

میری دشواری ہے دشواری مجھے
میری مشکل آپ کو مشکل نہیں

کہہ رہی ہے ہر ادا قاتل تجھیں
تم کہے جاؤ کہ ہم قاتل نہیں

بہکی بہکی ہے مبارک بات بات
خیر تو ہے کیوں ٹھکانے دل نہیں

یہ زندگی ہے یہ جینا ہے کوئی جینے میں
نہ ساز باز کسی سے نہ سوز سینے میں

اچھوتا جام اچھوتی ہمارے مینے میں
ہمیں نے نام اچھالا شراب پینے میں

لگا دے سوزِ محبت پھر آگ سینے میں
مزا پھر آنے لگے دل جلوں کو جینے میں

بخیر گذریں یہ دو دن بہار کے یارب
کہ روگ ٹوک بہت ہو رہی ہے پینے میں

اسے بھی گورِ غریباں سے کیجئے تعبیر
کہ حسرتوں کے بہت ہیں مزار سینے میں

کھٹک رہی ہے کوئی شے نکال دے کوئی
تڑپ رہا ہے دل بیقرار سینے میں

یہ کیوں ہیں دل کو کلیجے سے سب لگائے ہوئے
یہ کس کے نام کا ہے نقش اس نگینے میں

یہ خاص وقتوں کے کچھ نالہائے موزوں ہیں
ہمارے شعر مبارک نہیں سفینے ہیں

خدا جانے وفا ہم کیوں وفا دشمن سے کرتے ہیں
کہ پیمانِ وفا داری بتِ پرفن اسے کرتے ہیں

بہت بجلی نے پھونکا ہے بہت صرصر نے لوٹا ہے
چمن سے دور رہتے ہیں حذر گلشن سے کرتے ہیں

ہماری موت ہے ہاتوں کا پابندِ رسن ہونا
کہ ہم وحشت کے مارے دل لگی دامن سے کرتے ہیں
برا ہو بدظنی کا۔ مشورہ راہِ محبت میں
کبھی رہبر سے کرتے ہیں کبھی رہزن سے کرتے ہیں
کماندارانِ خوش انداز کے ناوک کا کیا کہنا
یہ تیر اندازِ ناوک افگنی چتون سے کرتے ہیں
وہی انداز آنے کا وہی انداز جانے کا
جو غمزے مجھ سے کرتے تھے مرے مدفن سے کرتے ہیں
مبارک ہات لانا۔ میکشی کی جان یہ رُت ہے
ہمیشہ دَور کی ہم ابتدا ساون سے کرتے ہیں

گر گئے افسوس کس کس کی نظر سے کیا کہیں
ہم ہوئے کیا کیا خجل اس چشمِ تر سے کیا کہیں
یوں بھی کہتا ہے کسی سے کوئی اپنا حالِ زار
آپ تو سنتے نہیں دیوار و در سے کیا کہیں

سُن رہے ہیں ناصحِ نافہم کی ہم دم بخود
کہہ رہا ہے ہم سے کیا اِس بیخبر سے کیا کہیں
دردمندانِ محبت کا یہ کیا جانیں علاج
چارہ گر کی کیا سنیں ہم چارہ گر سے کیا کہیں
ہر قدم پر خوش جمالوں میں مبارک ہم لٹے
کیسی کیسی صورتیں گزریں نظر سے کیا کہیں

ساعتیں گزریں جو غفلت میں سمجھ لے کھو گئیں
پھر کے آنے کی نہیں نادان گھڑیاں جو گئیں
کیا کہیں کیا کیا کیا تیری نگاہوں نے سلوک
دل میں آئیں دل میں ٹھہریں دل میں کانٹے بو گئیں
گھر شبِ وعدہ مرا ماتم سرا سے کم نہ تھا
تم نہ آئے حسرتیں آ آ کے مجھ کو رو گئیں
سوزِ دل سے اشک آنکھوں میں توے کی بوند ہیں
اور وہ یوں طعنہ زن ساون کی جھڑیاں ہو گئیں

سر بہ زانو ہیں مبارک اس تحیر میں ہم آہ
کل تھے ہم جن صحبتوں میں آج وہ کیا ہو گئیں

خوش نگاہوں کی نگاہوں کا نشانِ تیر ہوں
ناوکِ اندازانِ خوش انداز کا نخچیر ہوں
لالہ و گل کے قریں رکھ دی ہے پھولوں کی کلی
آج پھر بادِ سحر کی دیکھتا تاثیر ہوں
اُن کے یہ تیور کہ کہیئے ہر سخن پر آفریں
اپنا یہ عالم کہ محوِ لذتِ تقریر ہوں
چارہ سازوں کی مبارک چارہ سازی دیکھ لی
اب تو یہ وحشت ہے آپ اپنا گریباں گیر ہوں

صید گہہ ہے یہ کوئی گلشنِ ایجاد نہیں
کس جگہ دام بچھائے ہوئے صیاد نہیں

دیکھئے دیکھئے پھرتی ہے نگہ بن کے چھری
پھر نہ کہئے گا کہ قاتل نہیں جلاد نہیں

کہہ رہے ہیں مرے افسردہ دلی کے انداز
شاد ہونے کا مبارک دلِ ناشاد نہیں

ہم رند یوں نماز ادا قبلہ رو کریں
یعنی پرستشِ خم و جام و سبو کریں

جنت بغیر دوست جہنم سے کم نہیں
حوروں کی ہم خاک نہ کبھی آرزو کریں

تیراق ہم تو بیچ میں ہیں اے جفائے دوست
کس منہ سے ہم شکایت جورِ عدو کریں

دل کی تڑپ کو بخیۂ زخمِ جگر سے لاگ
کب تک ہمارا زخم رفوگر رفو کریں

زمانے کے بچھڑے ہوئے دو ملے ہیں
مزے کی شکایت مزے کے گلے ہیں

وہی دل وہی داغ کے سلسلے ہیں
جو کھلتے تھے وہ گل چمن میں کھلے ہیں

محبت میں جور و جفا کا گلا کیا
کہ مہر و وفا کے بھی تو صلے ہیں

نہ ملنے کے شکوے پہ کہتے ہیں تیور
نہیں بھی ملے ہم تو کہنے ملے ہیں

وہی دل کی افسردگی ہے مبارک
چراغ اپنی تربت کے بھی جھلملے ہیں

اپنی کہتے ہیں وہ سنتے ہیں مری بات نہیں
اس کو کیا کہئے اگر چال نہیں گھات نہیں
دلِ بیتاب سے اُٹھتا ہے کبھی ہات نہیں
پھر یہ کیا ہے جو محبت کی مکافات نہیں
جو قیامت کا نہیں دن وہ مرا دن کیسا
جو تڑپ کر نہ کٹی ہو وہ مری رات نہیں
اُن کے آگے یہ بڑا بول الٰہی آئے
جاذبۂ دل میں جو کہتے ہیں کرامات نہیں
کس گھڑی سر نہیں ممنوں کا بہا صرفِ سجود
کس گھڑی زیبِ جبیں خاکِ خرابات نہیں
تم مبارک ہو بڑے بات بنانے والے
تم کو آتی ہے محبت کے سوا بات نہیں

بحسرت دمِ واپسیں دیکھتے ہیں — کہ بالیں پہ اُن کو نہیں دیکھتے ہیں
سلامت رہیں داغِ دل دینے والے — پھلی پھولی دل کی زمیں دیکھتے ہیں

یہ تلوار کا ہات کس پر پڑے گا چڑھی آج پھر آستیں دیکھتے ہیں
انھیں سیر ہے بیقراری ہماری تڑپنا ہمارا نہیں دیکھتے ہیں
یہ کس حسن کی حسن افزا فضا ہے بہارِ بہار آفریں دیکھتے ہیں

رہ رہ کے آج اپنا جگر دیکھتا ہوں میں
آ ما جگاہِ تیرِ نظر دیکھتا ہوں میں
کیا سیر دیکھتا ہوں جدھر دیکھتا ہوں میں
کچھ اور اب تو اپنی نظر دیکھتا ہوں میں
پھر بس رہی ہے کاکلِ عنبر شمیم میں
چوری تری نسیمِ سحر دیکھتا ہوں میں
پھیری اُدھر نگاہ اِدھر پھر گئی چھری
ایسی تو آپ ہی کی نظر دیکھتا ہوں میں
اپنا بھی دل کبھی تھا گزرگاہِ انبساط
اب اس میں حسرتوں کا گزر دیکھتا ہوں میں

فرمار ہے ہیں جن کی لگائی ہوئی ہے آگ
جلتا یہ کس غریب کا گھر دیکھتا ہوں میں

گلچیں کو ایسے پھول مبارک کہاں نصیب
دامن میں اپنے لختِ جگر دیکھتا ہوں میں

فصلِ خزاں میں بھی جو پئے جا رہا ہوں میں
موسم کو خوشگوار کئے جا رہا ہوں میں

چٹکی کسی کی دے گئی آزار کا مزا
خود چٹکیاں جگر میں لئے جا رہا ہوں میں

جو اُن کو چاہیئے وہ کئے جا رہے ہیں وہ
جو مجھ کو چاہیئے وہ کئے جا رہا ہوں میں

مرتا ہوں جس پہ موت و حیات اس کے ہات ہے
کوئی جلا رہا ہے جئے جا رہا ہوں میں

یہ مجھ پر اک کرم فرما کے احساں ہوتے جاتے ہیں
کہ اُلجھے دل کی اور الجھن کے ساماں ہوتے جاتے ہیں

بدل کر چتونیں دل پر چھری بھی پھیری جاتی ہے
پشیمانی بھی ہوتی ہے پشیماں ہوتے جاتے ہیں

لبھا لیتا تھا ہر انداز جس کے عہد و پیماں کا
اُسی پیماں شکن سے عہد و پیماں ہوتے جاتے ہیں

تماشا گاہ دنیا اک نمائش گاہ حسرت ہے
تماشائی جو آتے ہیں وہ حیراں ہوتے جاتے ہیں

اسیرانِ محبت کی اسیری بڑھتی جاتی ہے
نویدان کو کہ یہ مانوس زنداں ہوتے جاتے ہیں

مبارک کی غزل خوانی کہیں یا مرثیہ خوانی
ٹپکتے جاتے ہیں آنسو غزل خواں ہوتے جاتے ہیں

یہ رندانِ خراباتی بڑے اللہ والے ہیں
سلامت میکدہ پیرِ مغاں کے بول بالے ہیں

وفا کو بیوفائی دوستی کو دشمنی کہنا
جزاک اللہ کیا کیا جرم کے پہلو نکالے ہیں

نہ ہوگا جاں نثار ایسا تمہارے جاں نثاروں میں
ہم اُن پر جان دیتے ہیں جو تم پر مرنے والے ہیں

جو بس چلتا تو رکھتے سر پہ ہم پلئے فگار اپنا
خدا رکھے یہ چھالے وادیٔ اُلفت کے چھالے ہیں
بہار آئی مبارک سازو سامان پارسائی کے
کوئی دن کے لئے پرہیزگاروں کے حوالے ہیں

جو مٹی میں مشتاق آنکھیں ملی ہیں
وہی پھول نرگس کا بن کر کھلی ہیں
بہت خون یوں حسرتوں کا ہوا ہے
بہت خاک میں آرزوئیں ملی ہیں

وہی اُن کی گلی ہے اور ہم ہیں
وہی وارفتگی ہے اور ہم ہیں
تمہاری انجمن ہے اور تم ہو
ہماری بیکسی ہے اور ہم ہیں
کہاں قسمت میں اس کی بھول ہونا
وہی دل کی لگی ہے اور ہم ہیں
ہماری بندگی کا پوچھنا کیا
تمہاری بندگی ہے اور ہم ہیں
گلے ہیں منتظر کبھی باہیں کسی کی
گلے پر اب چھری ہے اور ہم ہیں
تری تصویر سے ہوتی ہیں باتیں
یہی اک دل لگی ہے اور ہم ہیں
غنیمت ہے شب غم صحبت شمع
یہی اک دل جلی ہے اور ہم ہیں

وہی ہے ناک جھانک اب تک مبارک
حسینوں کی گلی ہے اور ہم ہیں

وہ کہتے ہیں یہ لنترانی تو دیکھو
محبت کی لمبی کہانی تو دیکھو

بہارِ گل و یاسمن کون دیکھے
تم اپنی بہارِ جوانی تو دیکھو

چلے آؤ گورِ غریباں کسی دن
کبھی مرمٹوں کی نشانی تو دیکھو

وہ دل میں مرے چٹکیاں لے رہے ہیں
ادا وائے دردِ نہانی تو دیکھو

نہ مرنا کسی پر نہ مٹنا کسی پر
خضر اپنی تم زندگانی تو دیکھو

ملی داد یہ شرحِ غم کی مبارک
کہ شاعر کی جادو بیانی تو دیکھو

رے سر سے کیا غرض سرکار کو
دیکھئے اپنے درودیوار کو

یہ گھٹا ایسی گھٹا اٹھی گھٹا
نیتے حلال ایسے میں ہے میخوار کو

دھمکیاں دیتے ہو کیا تلوار کی
ہم لگاتے ہیں گلے تلوار کو

بیکسی ہیں اور کس کو دیکھئے دیکھ لیتا ہوں در و دیوار کو
اپنی اپنی سب دکھاتے ہیں بہار گل بھی گلشن سے چلے بازار کو
طاق سے مینا اُتار آئی بہار طاق پر رکھ شیخ استغفار کو
ڈھونڈتا پھرتا ہے کوئے غیر میں
دل مبارک کو مبارک یار کو

سمجھا میں کس طرح دلِ ناکردہ کار کو یہ دوستی سمجھتا ہے دشمن کے پیار کو
نکلا چمک کے مہرِ قیامت بھی اور ہم بیٹھے رہے چھپائے دلِ داغدار کو
ساقی نہ مئے نہ جام نہ مینا نہ میکدہ آمد بہار کی ہو مبارک بہار کو
کیا کیا بگاڑ میں بھی ادائیں ہیں دلفریب کتنے بناؤ آتے ہیں گیسوئے یار کو
سب کچھ ملا جو مئے ملی رندوں کو ساقیا سب کچھ دیا جو جام دیا بادہ خوار کو
ناصح کا امتحان مبارک ہو ایک دن
تھوڑی پلا کے دیکھئے اس ہوشیار کو

نہ بھولیں گے کبھی الفت پرستی تیرے احساں کو
ہمیشہ دوست سمجھا دل ہمارا دشمنِ جاں کو

نہ تھی یہ چھیڑ اُس کی لذتِ آزار سے خالی
اونڈیلا جس نے زخموں پر مرے خالی نمکداں کو

ستم کیا ہے ستم سے بڑھ کے یہ عذرِ ستم نکلا
پشیمانی کے غمزے آتے ہیں حسنِ پشیماں کو

کسی کا طرّہ طرّار پھر برہم نہ ہو جائے
اکٹھا کر رہا ہوں دل کے اجزائے پریشاں کو

قیامت میرے نالوں سے اگر اُٹھی تو کیا اُٹھی
کبھی اُٹھتے ہوئے دیکھا ترے در سے درباں کو

وہاں تہمت تراشی جا رہی ہے خواب نوشیں کی
یہاں آنکھیں ترستی ہیں مری خوابِ پریشاں کو

مبارک اُس طرف ہوتا ہے شورِ چارہ سازوں میں
اِدھر کہتا ہے دردِ دل لگاؤ آگ درماں کو

پھر دیکھ لیا جانبِ در دیکھئے کیا ہو / پھر لڑ گئی درباں سے نظر دیکھئے کیا ہو
کیا جانئے کلی دل کی کھلے گی نہ کھلے گی / پھر آج اثرِ بادِ سحر دیکھئے کیا ہو
مژگاں کو بھی کاوش، نگہ ناز کو بھی لاگ / دو ہیں تمہیں اور ایک جگر دیکھئے کیا ہو
آتی ہے تو کچھ آکے سکھائے گی جوانی / اب اُن کا مزاج اُن کی نظر دیکھئے کیا ہو
کچھ کہکے کسی سے یہ پشیماں ہوں دل میں / کہتا ہوں ابھی آٹھ پہر دیکھئے کیا ہو

نکلے تو ہیں میخانے سے ہم پی کے مبارک
واعظ سے سرِ راہ گذر دیکھئے کیا ہو

آپ کو اُس سے غرض جو آپ پر برباد ہو / آپ اُسے کیوں یاد رکھیں آپ کو کیوں یاد ہو
جانتے ہیں بانکے بانکے تیر ہیں بانکی کمان / مانتے ہیں تیر اندازی میں تم استاد ہو
آپ کی بیداد کے صدقے دہائی آپ کی / اِس تغافل سے کہیں اچھا کہ پھر بیداد ہو
ہر دم ایک ایذا دلِ ایذا طلب کو چاہیئے / ہر گھڑی اک دل میں چٹکی لینے والی یاد ہو

میں تو ہر بانکے شکاری کا مبارک ہوں شکار
صید کر لے مجھکو وہ جو خوش ادا صیاد ہو

پوری ہوئی کبھی نہ میرے دل کی آرزو
منزل کے پاس رہ گئی منزل کی آرزو

کیوں جان سے عزیز نہ ہو دل کی آرزو
جو دل کی آرزو ہے وہ قاتل کی آرزو

آیا نہ برگ و بار نہالِ مراد میں
پھولی پھلی کبھی نہ مرے دل کی آرزو

اوچھی پڑی جو تیغ تو اس میں یہ رمز ہے
تڑپا کروں یہ ہے مرے قاتل کی آرزو

جنت ملی اگر تو جہنم ملا مجھے
ہے ایک رشکِ حور کی محفل کی آرزو

پابندیاں تو ننگ ہیں ہمت کے واسطے
پائے طلب کو کیوں ہو سلاسل کی آرزو

ہم بھی تھے باریاب کبھی بزمِ ناز میں
ہم کو بھی تھی کبھی کسی محفل کی آرزو

رونا ہے ولولوں کا تو ماتم شباب کا
وہ دل مبارک اب ہے نہ وہ دل کی آرزو

پہنچے شرف تک آپ مبارک نہ ہے نصیب
لائی بہار مرشدِ کامل کی آرزو

ہ

لڑاتے ہیں یونہیں مہجور سے آنکھ
لڑا کر چاہیئے کیا دور سے آنکھ
تجھے روتے کو میں پیدا ہوئی ہوں
یہ کہتی ہے دلِ رنجور سے آنکھ
جہاں نشہ ذرا اترا مبارک
لڑائی نرگسِ مخمور سے آنکھ

حسرتیں وابستہ ہیں سو دل کے ساتھ
جان نکلے گی بڑی مشکل کے ساتھ
اُٹھتی ہی نہیں ہم کے چہرے سے نقاب
چھیڑ ہوتی ہے مہِ کامل کے ساتھ
اُس سے پوچھو بزمِ مئے کی کیفیت
جس نے پی ہو ساقیٔ محفل کے ساتھ
ہر کڑی منزل مبارک سہل ہو
راہ رو کو رہبرِ کامل کے ساتھ

جو جلا دوں ہیں ہے قائل زیادہ	اُسی پر دل بھی ہے مائل زیادہ
جلے جاتے ہیں یونہی سوز والے	نہ پھونک اے گرمیٔ محفل زیادہ
وہ خود ہیں آج محفل میں مبارک
الٰہی رونقِ محفل زیادہ

دوگانہ کیا کہاں کا پنجگانہ	یہ سر ہے اور کسی کا آستانہ
کہاں اس داستاں کے سننے والے	کہیں کس سے شبِ غم کا فسانہ
کیے دیتا ہے پھر تجدید پیماں	کروگے پھر کوئی تازہ بہانہ
یہ آنکھیں ہیں تماشائی کسی کی	یہ دل ہے یا کوئی آئینہ خانہ
دیے پُرزے مرے خط کے یہ کہہ کر	کہ قاصد ہے یہ تیرا رخصتانہ
قفس میں مدتیں گزریں مبارک
خدا جانے کہاں تھا آشیانہ

کہتے ہو کون سُنے تیری بہت طول ہے یہ
منصفی شرط ہے کیا حیلۂ معقول ہے یہ

دل کبھی دل تھا ہمارا مگر اب دل کیسا
جس کے قاتل ترے غمزے ہیں وہ مقتول ہی یہ
اِن کی تو بہ شکنی قبلۂ حاجات معاف
موسمِ گل میں قدح خواروں کا معمول ہے یہ
عاجزی شانِ کریمی کو مبارک ہے پسند
سجدۂ عجز کر اُس در پہ کہ مقبول ہے یہ

دن گزرتا ہے ہمارا دلِ بیتاب کے ساتھ
شام ہوتی ہے سحر دیدۂ بیخواب کے ساتھ
ایک بیتاب ہو تو اُس کو سنبھالے کوئی
کہ تڑپتا ہے جگر بھی دلِ بیتاب کے ساتھ
بے نقاب اُن کو کیا کرتی ہے شوخی اُن کی
چھیڑ ہوتی ہے شبِ ماہ یہ مہتاب کے ساتھ
بے ثباتی کے سوا اس میں دھرا ہی کیا ہے
دل کو وابستہ نہ کر عالمِ اسباب کے ساتھ

ایک بھی اب نہیں اُن میں کا مبارک افسوس!
گرم صحبت تھی شب و روز جن احباب کے ساتھ

عاشقِ دلگیر کا دل دیکھ اپنا تیر دیکھ
بے خطا بے جرم بے تقصیر بے تعزیر دیکھ
کس نے لوٹا کب لٹے کیونکر لٹے ہم کیا خبر
کار فرما چار سو ہے حسنِ عالمگیر دیکھ
یہ ہمارا ہی جگر ہے یہ ہمارا کام ہے
دل پہ لے لیتے ہیں ہم بانکی ادا کا تیر دیکھ
پھول پیچھے توڑ گلچیں پہلے دامن کو سنبھال
خار بھی گلزار میں ہوتے ہیں دامنگیر دیکھ
خود بچھا جاتا ہے تو صیاد اپنے دام پر
دیکھ اپنے دام افسوں ساز کی تسخیر دیکھ
کوئی جائے تو کہاں جائے ترا در چھوڑ کر
کب کٹی، کس دن کٹی یہ پاؤں کی زنجیر دیکھ

کس نے کھینچی کب کھچی کیونکر کھچی تصویرِ یار
ہر گز سنت اپنی کہے دیتی ہے خود تصویر دیکھ
اُن کو لکھا تھا مبارک دیکھتے ہم آپ کو
لکھتے ہیں تصویر جاتی ہے مری تصویر دیکھ

ی

کہتے ہیں کہ دے میری بلا داد کسی کی
کانوں کو مزا دیتی ہے فریاد کسی کی
رونا ہے ترا کام مگر دیدۂ تر دیکھ
تصویرِ خیالی نہ ہو برباد کسی کی
کرتا ہوں گلا اُن سے جو ویرانیٔ دل کا
کہتے ہیں یہ بستی نہیں آباد کسی کی
آباد خدا رکھے تجھے کوئے محبت
مٹی نہیں ہوتی یہاں برباد کسی کی
کچھ اور تو ہم پاس مبارک نہیں رکھتے
رکھتا ہے تمنا دلِ ناشاد کسی کی

جبیں پر خاک ہے یہ کس کے در کی
بلائیں لے رہا ہوں اپنے سر کی
اُبھر آئی ہیں پھر چوٹیں جگر کی
سلامت برچھیاں ترچھی نظر کی

قیامت کی حقیقت جانتا ہوں
یہ اک ٹھوکر ہے میرے فتنہ گر کی

کیا مجبور آیئنِ وفا نے
نہ کرنی تھی وفا تم سے مگر کی

نہ مانوگے نہ مانوگے ہماری
اُدھر ہو جائے گر دنیا اِدھر کی

اسی کی شب ہے اے زاہد شبِ قدر
تڑپتے لوٹتے جس نے سحر کی

ہوئی اَن بَن کسی سے مجھ پہ برسے
بلائیں میرے سر دشمن کے سر کی

نہ تیرے حسن بے پروا کی غایت
نہ کوئی حد مرے ذوقِ نظر کی

یہ کس کو بھیجتے ہو خط مبارک
خوشامد ہو رہی ہے نامہ بر کی

کب پیام اپنا وہاں لے کے صبا جاتی ہے
کہ مری سن کے تو یہ صاف اڑا جاتی ہے

خوش رہے یاد تری خانۂ احساں آباد
بیقراروں پہ کرم کرتی ہے آجاتی ہے

ہم مزا دل ہیں تو پھر بادہ و پیمانہ کیا
وہ طبیعت ہے جو خود رنگ پہ آجاتی ہے

شکر ساقی کا قدح نوشوں کو کیا جام ملا
سارے میخانے کی پیمانے میں آجاتی ہے
ماتمِ مہر و وفا ہو گا کہے دیتے ہیں
ہم نہیں جانتے ہیں دنیا سے وفا جاتی ہے
کوئی تو بات ہے ناصح کہ گلی میں اس کی
اک ہمیں جاتے ہیں کیا خلقِ خدا جاتی ہے
وہ نظر باز مبارک ہوں کہ پڑھتا ہوں درود
جب کوئی صورتِ زیبا نظر آجاتی ہے

کنارہ گیر ہوئے ہیں وہ خود زمانے سے
جو مٹ گئے انھیں کیا فائدہ مٹانے سے
نہ برطرف کیا غیروں کو اس بہانے سے
اٹھے گا بزم میں فتنہ انھیں اٹھانے سے
جلایا آتشِ گل نے نہ برق نے پھونکا
مرے نصیب کو تھی لاگ آشیانے سے
تمہارے منہ پہ تمہاری نقاب کہتی ہے
کہ عکسِ حسن چھپے گا نہ منہ چھپانے سے
فسانۂ شبِ غم کی یہ داد ملتی ہے
کہ نیند آتی ہے مجکو اسی فسانے سے
بہار آئی کھلا میکدہ ہی صحبت
لڑا لے خلد کو واعظ شراب خانے سے

نہ پی تو شیخ پلا میکشوں کو ساقی بن
ثواب پینے کا ہاتھ آئیگا پلانے سے

تمہارا تیر کہاں جائے میرے دل کے سوا
کہ آشنا ہے یہ ناوک اسی نشانے سے

کریگا سجدے پہ سجدہ رہیگا محوِ نیاز
اُٹھے گا سر نہ محبت کے آستانے سے

یہ وجد و کیف یہ لغزش قدم کی کہتی ہے
کہ آرہے ہیں مبارک شراب خانے سے

وہ دن نہ آئیں کہ پھر میکشوں میں تو آئے
سدھار توبہ کہ اب ساغر و سبو آئے

کیا یہ دیر میں بھی ہم نے احترام حرم
کہ بتکدے میں بھی آئے تو قبلہ رو آئے

نکل ہی آئیگا کوئی خدا کے بندوں میں
ملیں گے اُس سے محبت کی جس سے بو آئے

وہ جان جان ہے جو تجھ پہ خوبرو جائے
وہ آنکھ آنکھ ہے جس کو پسند تو آئے

گیا نہ حسنِ عمل رائگاں مبارک دیکھ
دُعائے خیر کو تربت پہ خوبرو آئے

مرے مطلب کی نہ تیرے کام کی
پھر یہ مئے زاہد ہے کس کے نام کی

غیر لکھتے ہیں مرے خط کا جواب
مہر لگتی ہے تمہارے نام کی

کوثر و تسنیم و زمزم ہے وہی　　جو بجھا دے پیاس مئے آشام کی
دخترِ رز پر نہ ڈورے ڈالئے　　شیخ صاحب آپ کے کس کام کی
ہے وہی جنت جہاں مل جائے آج　　ایک بوتل بادۂ گلفام کی
اب خوشامد کر رہا ہے پاسباں　　یہ کرامت ہے فقط انعام کی

سرگزشت اپنی مبارک کچھ نہ پوچھ
کیا کہیں آغاز اور انجام کی

اس دلِ ناشاد سے دم پر بنی　　نالہ و فریاد سے دم پر بنی
جب کیا وعدہ قیامت کا کیا　　ظالم اس میعاد سے دم پر بنی

حد تعصب کی مبارک ہوگئی
اب عظیم آباد سے دم پر بنی

کسی کی تمنا نکلتی رہی　　مری آرزو ہات ملتی رہی
بہلتی ہے اب یہ طبیعت کہاں　　بہلتی رہی جب بہلتی رہی
نگاہِ کرم تو رہی غیر پر　　چھری میری گردن پہ چلتی رہی

مری بیزاری بھی کیا سیر تھی طبیعت کسی کی بہلتی رہی
چلا کی زباں واعظوں کی مگر جو چلتی تھی یاروں میں چلتی رہی

مبارک شبِ غم کا عالم نہ پوچھ
عجب رنگ سے شمع جلتی رہی

یہ کیا کہا تم نے مجھے یاری نہیں آتی
ایسوں پہ طبیعت بھی ہماری نہیں آتی

پھر کون ہے یہ خلوتِ دل میں مری بیٹھا
پردے سے جو آواز تمہاری نہیں آتی

ہے ایک سی دونوں شبِ مہتاب و شبِ تار
بیمار پہ شب کون سی بھاری نہیں آتی

مطلب تو یہ ہے کیجیے دل تھام کے آہیں
کہتے ہیں کہ آواز تمہاری نہیں آتی

[illegible]تی تو ہے سو بار سوئے گورِ غریباں
وہ پھول لئے بادِ بہاری نہیں آتی

مغموم و حزیں دل میں پڑی رہتی ہے حسرت
باہر کبھی اندوہ کی ماری نہیں آتی
لختِ جگر و دل سے یہ کہتا ہے غمِ عشق
ٹکڑوں پہ تو اوقات گزاری نہیں آتی
یہ داغِ سخن سنج کا ہے فیض مبارک
بلبل کو بھی گفتار ہماری نہیں آتی

پردے پردے میں بہت مجھ پہ ترے وار چلے
صاف اب حلق پہ خنجر چلے تلوار چلے
دوریِ منزلِ مقصد کوئی ہم سے پوچھے
بیٹھے سو بار ہم اس راہ میں سو بار چلے
کون پامال ہوا اُس کی بلا دیکھتی ہے
دیکھتا اپنی ہی جو شوخیِ رفتار چلے
بے پیئے چلتا ہے یوں جھوم کے وہ مستِ شباب
جس طرح پی کے کوئی رندِ قدح خوار چلے

چشم و ابرو کی یہ سازش جگر و دل کو نہ ہو
ایک کا تیر چلے ایک کی تلوار چلے

کچھ اس انداز سے صیاد نے آزاد کیا
جو چلے چھٹکے قفس سے وہ گرفتار چلے

جس کو رہنا ہو رہے قیدیِ زنداں ہوکر
ہم تو اے ہمنفسو پھاند کے دیوار چلے

پھر مبارک وہی گھنگھور گھٹائیں آئیں
جانبِ میکدہ پھر رندِ قدح خوار چلے

اے نخلِ تمنا یہ تیری بے ثمری ہے
پھل پھول کسی میں ہیں نہ کوئی شاخ ہری ہے

ہر مست سمجھتا ہے کہ ہشیار ہمیں ہیں
اے میکدے والو تمھیں کیا بیخبری ہے

مسیحا بھی سرِ بالیں اجل بھی
کہیں جھگڑا چکے اے دم نکل بھی

نگاہِ قہر مجھ پر آج بھی ہے
یہی بگڑے ہوئے تیور تھے کل بھی

غضب میرا بیانِ سوزِ پنہاں
ستم اُن کا یہ کہہ جانا کہ جل بھی

خزاں کے ہات آیا باغ کا باغ لٹائے پھول بھی ظالم نے پھل بھی
شبِ وعدہ نہ آئے اِک تمہیں کیا بھلا وا دے گئی مجھ کو اجل بھی

فریبِ وعدۂ دلدار کا ہزار احساں نہ ہوتی یاس تو امید اک بلا ہوتی
مری فریفتگی نے سکھائے سب انداز نہ ناز ہوتا یہ تم ہیں نہ یہ ادا ہوتی
میں بیوفا نہیں کہنا رقیب کو لیکن وفا کی قدر باندازۂ وفا ہوتی
شراب ناب کا کیا ذکر ہجر ساقی میں مئے طہور بھی ہوتی تو سنکھیا ہوتی
فسانہ شبِ غم اُس سے کیا کہیں جو کہے شریک رنج و مصیبت مری بلا ہوتی

گلا ہے سب کو مبارک یہی تو دنیا ہے
ہوئی کسی کی جو تیری یہ بیوفا ہوتی

ستم کرو نہ کرو اختیار باقی ہے جو ہم نہیں تو ہمارا مزار باقی ہے
گئی بہار مگر اپنی بیخودی ہے وہی سمجھ رہا ہوں کہ اب تک بہار باقی ہے
ہزار مرحلۂ انتظار طے بھی ہوئے ہزار مرحلۂ انتظار باقی ہے
شگست توبہ ہے ایسی ثواب میں داخل ابھی سے توبہ مبارک بہار باقی ہے

گھٹا اُٹھی ہے کالی اور کالی ہوتی جاتی ہے
صراحی جو بھری جاتی ہے خالی ہوتی جاتی ہے

جفا ہر چند دنیا سے نرالی ہوتی جاتی ہے
گلا کس منہ سے کیجئے ہونیوالی ہوتی جاتی ہے

وداعِ جاں ہے تن سے دل سے ارمانوں کی رخصت ہے
بھری محفل ہماری آج خالی ہوتی جاتی ہے

مبارک ہیں تصدق اپنے اس مشقِ تصور کے
مجسّم اب وہ تصویرِ خیالی ہوتی جاتی ہے

اب کون بات رہ گئی یہ بات بھی گئی
یعنی کبھی کبھی کی ملاقات بھی گئی

کہتے ہیں وہ کہ جذبۂ دل اب فریب ہے
جب دل گیا تو دل کی کرامات بھی گئی

جو کچھ کیا وہ تو نے کیا اضطرابِ شوق
سو آفتیں بھی آئیں مری بات بھی گئی

دستار آپ کی جو ہوئی رہن میکدہ
توبہ ہماری قبلۂ حاجات بھی گئی

وعدے کی کون رات قیامت کا دن نہیں
آثارِ صبح کہتے ہیں یہ رات بھی گئی

مانا کہ دن سدھارے مبارک شباب کے
رنگین طبیعتوں سے ملاقات بھی گئی

کب نظر اپنی چارسو نہ گئی　کسی اچھے کی جستجو نہ گئی
اُٹھ گئے وہ ہمارے پہلو سے　تجھ کو جانا تھا جان تو نہ گئی
خوابِ نوشیں کی تہمتیں پسِ مرگ　بیوفائی کی گفتگو نہ گئی

آرزو میں گئی مبارک جان
خیر گزری کہ آرزو نہ گئی

اب دل میں حوصلے نہ رہے سیرِ باغ کے
لائیں کہاں سے دن وہ مبارک فراغ کے

چھپنا جو سَو حجاب میں آتا ہے آپ کو
جانے کہاں ہیں مجھ سے بھی پہلو سراغ کے

ہر داغ ہے خدا کی قسم جنتِ نگاہ
قربان جائیے جگرِ داغ داغ کے

یوں یہ بادلی کالی جائے گی | پاک بازوں میں بھی ڈھالی جائیگی
توبہ کی رندوں میں گنجائش کہاں | جب یہ آئے گی نکالی جائیگی
کچھ بلانوش آگئے بھٹی میں شیخ | تیری بوتل آج خالی جائیگی
پھول کیا ڈالو گے تربت پر مری | خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائیگی
جائیے ہم اپنا بہلالیں گے دل | دل لگی کوئی نکالی جائیگی

آئے بھی تو وہ مبارک آئے کیا
جانے کی تمہید ڈالی جائیگی

اُف تری نوک پلک دم پہ بنی رہتی ہے
اک نہ اک پھانس کلیجے میں چبھی رہتی ہے

اک مرا سر کہ قدم بوس کی حسرت اس کو
اِک تری زلف کہ قدموں سے لگی رہتی ہے
بے وفا عمر دغا باز جوانی نکلی
نہ یہی رہتی ہے ظالم نہ وہی رہتی ہے

یا دور مرا حجاب کر دے یا اپنے کو بے نقاب کر دے
سو بار بسے یہ دل کی بستی سو بار کوئی خراب کر دے
دیکھیں تری ہم پسند زاہد اک حور تو انتخاب کر دے
نادان کو دے دیا مبارک
دل کو نہ کہیں خراب کر دے

اسے سودا اُسے سودا یہ دیوانہ وہ دیوانہ
ہوا کیا موسمِ گل کی جنوں انگیز ہوتی ہے
ارے کمبخت انکار اور ہئے سے موسمِ گل میں
بری اتنی بھی زاہد عادتِ پرہیز ہوتی ہے

چھری سے پہلے مجھ کو تیرے غمزے مار ڈالیں گے
کب آئے گی ارے جلّاد کب سے تیز ہوتی ہے

مبارک بھی اسی خاکِ عظیم آباد سے اُٹھا
سلامت وہ زمیں یارب جو مردم خیز ہوتی ہے

خدا کے واسطے اس وقت ناز رہنے دے
نہ کہہ یہ مجھ سے کہ عرضِ نیاز رہنے دے

بگاڑ میں بھی رہے جب بناؤ کا انداز
وہ کیوں بنی ہوئی زلفِ دراز رہنے دے

زباں دراز یاں ہم دل جلوں سے کیوں اے شمع
بس اپنا قصّۂ سوز و گداز رہنے دے

نیاز مندوں کا قبلہ ہی اور ہے زاہد
خدا کے واسطے اپنی نماز رہنے دے

مئے طہور کو میرا سلام اے واعظ
یہ پاک اپنے لئے پاکباز رہنے دے

یہ سر ملا ہے مبارک اسی لئے تجھ کو
اُس آستاں پہ جبین نیاز رہنے دے

شوق کہتا ہے رہے نامۂ و پیغام ابھی
دل کی فریاد کہ ہم اور ہوں ناکام ابھی

میکدے والوں کی یہ بےخبری تو دیکھو
موسمِ گل تو گیا۔ دور میں ہی جام ابھی

ہونیوالی ہی قیامت تو الٰہی ہو جائے
جس کو آنا ہو وہ آجائے لب بام ابھی

نام پاتے ہیں مبارک اسی بدنامی سے
کوئی دن اور محبت میں ہو بدنام ابھی

شرکتِ صحبتِ رندانِ خرابات ہوئی
کیا مدارات وہاں قبلۂ حاجات ہوئی

پھر بہار آئی وہی سجدۂ شکرانہ ہے
پھر وہی زیبِ جبیں خاکِ خرابات ہوئی

مٹ گیا جس پہ نگاہِ غضب آلود پڑی
بن گیا جس کی طرف چشمِ عنایات ہوئی

ابھی آئے اور ابھی آپ چلے یاد رہے
کہ نہ ہونے کے برابر یہ ملاقات ہوئی

دل لیا جان لی مہمان کو یوں لوٹ لیا
یہ ضیافت یہ تواضع یہ مدارات ہوئی

ان حسینوں کو مبارک نہ کوئی پیار کرے
ان کی الفت عملِ بد کی مکافات ہوئی

تازہ آزار کا ارمان کہاں جاتا ہے — پھر سنا لے ترے قربان کہاں جاتا ہے

کس پہ دل آیا کہاں آیا بتا اے ناصح — تو مری طرح پریشان کہاں جاتا ہے

خانقاہوں پہ ہوا پیرِ مغاں کا قبضہ — آج میخانے کا سامان کہاں جاتا ہے

دل سلامت نہیں آنے کا مبارک بخدا
ارے نادان کہا مان کہاں جاتا ہے

کہے دیتے ہیں انداز اس نہیں کے — چھپاتے ہو ارادے ہیں کہیں کے

کوئی وفا کی خاک جو چھانے — ذروں کو خورشید وہ جانے

شکوۂ ناشنوائی کیا — مرضی اُس کی مانے نہ مانے

اپنا خدا اک بت ہے مبارک
کافر کوئی بلا سے جانے

لائینگے رنگ مل کے مٹی میں داغ دل کے — تربت چمن بنیگی لالے کھلا کریں گے

مرے دل کو قرار آئے نہ آئے
مرا غفلت شعار آئے نہ آئے

کوئی کہتا ہمارا حال اُن سے
ہمارا اعتبار آئے نہ آئے

غنیمت جان بزم جام و مینا
کہ پھر ایسی بہار آئے نہ آئے

ملے تو فصلِ گل کی قید کیسی
چلے ساغر بہار آئے نہ آئے

تم اپنے عیش کے بندے تمہیں کیا
مرے دل کو قرار آئے نہ آئے

وفا دشمن۔ جفا پرور۔ ستم کیش
ترا کیا اعتبار آئے نہ آئے

سند لیبا یار کا لائے نہ لائے
ہو لئے کوئے یار آئے نہ آئے

جو آتی ہے کسی کے دم قدم سے
مرے گھر وہ بہار آئے نہ آئے

لگے آگ اپنی افسردہ دلی کو
مبارک اب بہار آئے نہ آئے

بہار آئی نمائش گاہِ وحشت پھر بیاباں ہے
کہیں دامن کے ٹکڑے ہیں کہیں تارِ گریباں ہے
یہ کس کی آرزو کس کی تمنا کس کا ارماں ہے
کہ تیری ہر کھٹک اے خارِ حسرت راحتِ جاں ہے

کرامت شیخ جی یہ ہے کرامت اس کو کہتے ہیں
کہ مجمع پاکبازوں کا ہے ساقی میر ساماں ہے

اسی وحشی کے ہر سہرا رہا آشفتہ حالی کا
مزارِ قیس کی چادر مبارک کا گریباں ہے

جو خوگرِ خونِ دلِ ناکام نہیں ہے
دیکھے اُسے ہر آنکھ کا یہ کام نہیں ہے
میں معترفِ جرم ہوں جو چاہو سزا دو
وہ صبح بھی ہوتی ہے شب تار سے پیدا
جو دل ہے وہ لبریز تمنا ہے مبارک

ہم بادہ کشوں میں وہ مئے آشام نہیں ہے
کچھ کھیل تماشائے لبِ بام نہیں ہے
الزام تمنا کوئی الزام نہیں ہے
جس کو خطرِ تیرگیِ شام نہیں ہے
اس جام سے اچھا تو کوئی جام نہیں ہے

یہاں کیا ہے وہاں کیا ہے اِدھر کیا ہے اُدھر کیا ہے
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے وہ نیرنگِ نظر کیا ہے

نہ ہو جس سر میں سودا سرفروشی کا وہ سر کیا ہے
نہ پھونکے خرمنِ ہستی تو وہ سوزِ جگر کیا ہے

ترے انداز کے بسمل ہیں ہم۔ ہم سے کوئی پوچھے
ترى بانکی ادا کیا ہے تری ترچھی نظر کیا ہے
جسے تیری گلی پیاری اُسے جنّت سے بیزاری
جو دیوانہ ترے در کا اُسے جنّت کا ڈر کیا ہے
تری رحمت کے چھینٹے اپنی بخشایش کے ضامن ہیں
غمِ تردامنی کیا غمِ دامانِ تر کیا ہے
اکٹھا کر رہا ہوں دل کے اجزائے پریشاں کو
نہ جانے رخ ہوائے کوئے جاناں کا اِدھر کیا ہے
جہاں سامان وحشت کے اُسے وحشت سرا کہئے
جہاں اسبابِ ویرانی وہ ویرانہ ہے گھر کیا ہے
گئے وہ اور یہ کہتے گئے اُو اجاذبِ دل والے
مجھے بھی دیکھنا ہے۔ جذبۂ دل کا اثر کیا ہے
سبق آموزِ عبرت ہے مبارک رات عشرت کی
کہ محفل میں سوا حسرت کے ہنگام سحر کیا ہے

ہے جسے آرزوئے جنت ہے — مجکو اک انجمن کی حسرت ہے
قیدِ غم سے رہا نہیں ہوتے — ورنہ ہر قید کی تو مدت ہے
پھر بہار آئی قبلۂ حاجات — پھر وہی دالیواں ڈول نیت ہے
دل بنا ہے رقیب الفت ہیں — یہ نئے ڈھنگ کی رقابت ہے
کہتے ہیں آہ آتشیں جس کو — دل جلوں کی وہ شمعِ صحبت ہے

نہ تمہارا حجاب جاتا ہے — نہ مرا اضطراب جاتا ہے
چال کہتی ہے یہ جوانی کی — کوئی مستِ شباب جاتا ہے
میں چلا بزم وعظ سے واعظ — وقتِ دورِ شراب جاتا ہے

لیجئے بندگی مبارک کی
کہ یہ خانہ خراب جاتا ہے

میخانہ اپنا اور ہے پیمانہ اور ہے — مستی ہماری لغزشِ مستانہ اور ہے
دیکھے ہوئے ہیں نرگسِ شہلا کے شعبدے — یعنی فریب نرگسِ مستانہ اور ہے
جلوہ شناسِ یار کو جلوے مجاز کے — دھوکا نہ دیں کہ جلوۂ جانانہ اور ہے

واعظ جو بحث چھیڑے مبارک شراب کی
کہنا کہ قبلہ مشربِ رندانہ اور ہے

سچ تو ہے یوں کہ لطف ہے بیدادِ یار بھی
کیا چیز ہات آئی دلِ بیقرار بھی
کیا کیا فریب دیتی ہے اس کی بہار بھی
اک باغِ سبز ہے چمنِ روزگار بھی
پوچھے تو کوئی زاہدِ شب زندہ دار سے
گزری کبھی تڑپ کے شبِ انتظار بھی
فرما رہے ہیں حضرتِ واعظ بھی اپنی سی
رندوں سے کہہ رہا ہے کچھ ابرِ بہار بھی
ساقی کے بندوبست کے قربان جائیے
کچھ مست بھی ہیں بزم میں کچھ ہوشیار بھی
اس لاگ کا سبب تو تمہارا لگاؤ ہے
بازیچۂ صبا ہے ہمارا غبار بھی

دل لے کے دلبروں کی مبارک یہ چال دیکھ
کہتے ہیں دل کے ساتھ گیا اعتبار بھی

ہو گیا ہائے یہ مجموعہ پریشاں کیسا
دل تو اب دل نہیں محفل ہے پریشانوں کی

بے پیے مست کئے دیتی ہیں آنکھیں تیری
آ اِدھر لے لوں بلائیں تری پیمانوں کی

گل جسے کہتے ہیں بلبل کی نوا سنجی ہے
شمع کہتے ہیں جسے جان ہے پروانوں کی

تیرگی یوں نہیں شبِ غم کی بلا ہوتی ہے
اُس پہ طرّہ مری آہوں کی گھٹا ہوتی ہے

زینت آرائی گیسوِ رسا ہوتی ہے
کہ سنور کر یہ بلا اور بلا ہوتی ہے

وہ جو بکھرے ہوئے گیسو کی ادا ہوتی ہے
پوچھو آشفتہ مزاجوں سے کہ کیا ہوتی ہے

مرحبا رسمِ محبت کے برتنے والے
ہر وفا پر تری جانب سے جفا ہوتی ہے

مجھ سے پوچھے کوئی اس کو مرے دل سے پوچھے
وہ جو اِن حسن کے پتلوں میں ادا ہوتی ہے
اُن سے کہہ دو یہ موافق ہے زمانہ جن کا
ناموافق بھی زمانے کی ہوا ہوتی ہے
ہے حسینوں کا بگڑنا بھی قیامت کا بناؤ
اِن کی رنجش میں بھی اک طرفہ ادا ہوتی ہے
کھیل سمجھا تھا محبت کو مبارک تم نے
میں نے تم سے نہ کہا تھا یہ بلا ہوتی ہے

سکھائے گی جوانی بانکپن ترچھی نظر ہوگی
اُدھر ٹھہراؤ ہو جائے گا یہ برچھی جدھر ہوگی
نظر جب اچھی صورت آئیگی دل آہی جائیگا
خطا کارانِ الفت سے خطا یہ عمر بھر ہوگی

ایسی ویسی ایک کرامت ہے یہ شیخ مکرم کی
نکلے ہیں میخانے سے بوتل ہے بغل میں زمزم کی
بزم عزا میں ہنستے آئے۔ اشک مسرت خوب بہائے
مہندی مل کر ہاتھ ملے یوں رسم ادا کی ماتم کی
جنس محبت کن داموں ملتی ہے مبارک کیا کہئے
اس کے گاہک کو ہے ضرورت داغ جگر سے درہم کی

دنیا مٹی ہے دیکھ فلک اک ہمیں مٹے
اس پر بھی حوصلے ترے ظالم نہیں مٹے
دو مجھ کو داد اس نظرِ انتخاب کی
اُس کو چنا کہ جس پہ ہزاروں حسیں مٹے
اس بیخودی شوق کے قربان جائیے
اس کی خبر کسے کہ مٹے یا نہیں مٹے
لائے نہ پھل جو نخلِ تمنا وہ خشک ہو
جس میں اُگے نہ تخمِ وفا وہ زمیں مٹے

چتون جو قہر کی ہے تو تیور جلال کے
مطلب یہ ہے کہ رکھ دے کلیجہ نکال کے
واعظ سے بحثِ بادہ و پیمانہ کیا کروں
کچھ لوگ رہ گئے ہیں پرانے خیال کے
سو فالیں نکلیں وصل کی تو اس سے فائدہ
کہتے ہیں وہ کہ ہم نہیں قائل ہیں فال کے

حکمت تو دیکھئے یہ حکومت تو دیکھئے
دل کا سوال کرتے ہیں آنکھیں نکال کے

سو داغ جن کے لائے ہیں زیرِ مزار ہم
احساں جتا رہے ہیں وہ پھول ڈال کے

پھر ڈھونڈتا ہے دل خلشِ خارِ آرزو
پچھتا رہا ہوں دل سے یہ کانٹا نکال کے

قبلے سے ابر جھوم کے اٹھے خدا کرے
زاہد یہ انتظار ہے ساغر میں ڈھال کے

یہ غمکدہ ہے اس میں مبارک خوشی کہاں
غم کو خوشی بنا کوئی پہلو نکال کے

نہ پوچھو مجھ سے کہ بیتاب ہوں کہاں کے لئے
کہاں سے لاؤں زباں اپنی داستاں کے لئے

خدا کی راہ ذرا سی پلا دے بادہ فروش
دعائے خیر کروں گا تری دکاں کے لئے

نسیم نے نہ صبا نے سنی ہماری آہ!
کہا تو سب سے تری خاکِ آستاں کے لئے

یہ کہہ رہے ہیں مبارک کے سیدھے سادے شعر
کہ ہم بھی نکتے ہیں یارانِ نکتہ داں کے لئے

کسی حسیں کی جو تصویر دیکھ لی میں نے
وہ بولے دیکھی پسند آج آپ کی میں نے

قدم قدم پہ یہ کہتی ہوئی بہار آئی
کہ راہ بند تھی جنگل کی کھولدی میں نے

جناں کی کہتے ہیں یوں مجھ سے حضرتِ واعظ
کہ جیسے دیکھی نہ ہو یار کی گلی میں نے

شبیہ حضرتِ یوسف پہ جب پڑی ہی نگاہ
اُٹھا کے دیکھی ہے تصویر آپ کی میں نے

پھر آج راہ مبارک نے لی بیاباں کی
ملا نہ شہر میں ڈھونڈا گلی گلی میں نے

بات مطلب کی زباں پر جو ذرا آئی ہے
تو وہ فرماتے ہیں کیا تیری قضا آئی ہے

بخدا پاک ہے زاہد مرے میخانے کی
یہ بھی جنت ہی سے اے مردِ خدا آئی ہے

خاک اڑتی ہوئی دیکھی ہے تو رو یا ہوں بہت
یاد بربادئ اربابِ وفا آئی ہے
پھر چلا کوچۂ قاتل کو مبارک افسوس
ارے او ! ناشدنی تیری قضا آئی ہے

مسئلہ یہ حضرتِ واعظ سے پوچھا چاہیے
میکدہ بھی ہے کھلا توبہ کا در بھی باز ہے
آگیا صیاد پر دل صید جاتا ہے کہاں
اب نہ ہونے کے برابر قوتِ پرواز ہے
کچھ تو ہو ارشاد لے وہ لن ترانی ہی سہی
مدتیں گزریں کہ دنیا گوش بر آواز ہے
دم پہ بن جائے اگر انجام سے تعبیر کر
دل کا آنا تو مبارک عشق کا آغاز ہے

کوئی پوچھے تو پوچھے داغ صحبت شمع کے دل سے
کہ جب اٹھی ہے یہ روتی ہوئی اٹھی ہے محفل سے
وہ الفت دوست ہوں ناصح مجھے آیا تو یہ آیا
اسی سے دوستی کرنا کرے جو دشمنی دل سے

سر محفل سخن مجھ سے یہ گستاخانہ کیسا ہے
مبارک آپ تو آگاہ ہیں آدابِ محفل سے

یہ رونق آگئی محفل میں یارب کس کے آنے سے
کہ جو محفل میں آتا ہے وہ رہ جاتا ہے جانے سے
زمانے سے نرالی کوئی آفت آنے والی ہے
الگ گرتی ہے جب گرتی ہے بجلی آشیانے سے
مبارک دل کے داغوں کو کلیجے سے لگا رکھنا
یہ درہم ہاتھ آئے ہیں محبت کے خزانے سے

نثار تیرے بنا تیغِ یار تو کیا ہے
رولا ہے خونِ دو عالم مرا لہو کیا ہے
تمہیں خبر نہیں کیا رنگ آبرو کیا ہے
ٹپک رہا ہی جو آنکھوں سے یہ لہو کیا ہے
گزاری عمر دلِ بدگماں کو سمجھاتے
کہ ہے وہ دوست تو اندیشۂ عدو کیا ہے
شہیدِ ناز نہ ہو تو نیاز مند نہیں
رہ گئے نہ تیغِ ادا کو تو وہ لہو کیا ہے
نہ پائیگی مجھے زاہد کی چشمِ ظاہر بیں
وہ جانے کیا مرا ساغر مرا سبو کیا ہے

مجھ پہ کیا کیا وار تیرے او ستم پرور چلے
ناز کی چھریاں چلیں۔ انداز کے خنجر چلے

پھر وہی قبلے سے اٹھی جھوم کر کالی گھٹا
پھر وہی توبہ سدھاری پھر وہی ساغر چلے

مار رکھا حشر میں بھی اس نے اتنا پوچھ کر
داورِ محشر سے کیا کہنے سرِ محشر چلے

اضطرابِ شوق لایا رشکِ دشمن لے چلا
کیا کہیں کس طرح آئے کیا کہیں کیونکر چلے

اپنی اِس تردامنی پر پاکدامنی نثار
وہ یہیں چلتی ہے زاہد جو سرِ کوثر چلے

اُس کا احساں جس نے دل بخشا مبارک بیقرار
آئے ہم مضطر یہاں مضطر رہے مضطر چلے

ناصح ایمان گیا تھا ترے بہکانے سے ۔ بچ گئے ترکِ محبت کی قسم کھانے سے
جا کے آنا بھی ہے جنت سے کوئی اے زاہد ۔ تو نے آنے کی تو اچھی کہی میخانے سے

قطرہ قطرہ مئے گلرنگ کا دیکھ اے زاہد
خوشنما ہے تری تسبیح کے ہر دانے سے

تم کو سمجھائے مبارک کوئی کیونکر افسوس
تم تو رونے لگے یار اور کبھی سمجھانے سے

شوق کہتا ہے ابھی نامہ و پیغام رہے
دل یہ کہتا ہے کہ ہر بار تو ناکام رہے

سختیاں جھیل کے عاشق کوئی ناکام نہ ہو
یاد آغازِ محبت میں جو انجام رہے

ہر دم اپنا دمِ رخصت کی خبر دیتا ہے
بس یہ سمجھو کہ یہاں صبح رہے شام رہے

دابِ میخانۂ رندانِ صفاکیش ہی یہ
باوضو رند رہیں دور میں جب جام رہے

خاص ہے اپنی مبارک روشِ راہِ سخن
یہ وہ کوچہ نہیں جو رہگزرِ عام رہے

اُس طرف وہ ہات میں خنجر بھنویں تانے ہوئے
اِس طرف ہم سرنگوں بیٹھے ہیں کچھ ٹھانے ہوئے

پڑ رہے ہیں حلق میں کانٹے تکلف برطرف
ڈھال دے ساقی مرے ساغر میں بے چھانے ہوئے

ہر زباں پر ہے مبارک یہ نئے انداز سے
اک مری دیوانگی کے لاکھ افسانے ہوئے

جب پیر ہم ہوئے تو طبیعت جواں ہوئی
یعنی بہار اس کو ہماری خزاں ہوئی
کیا جانے کب بہار ہوئی کب خزاں ہوئی
ہم تو یہ سمجھے گردشِ ہفت آسماں ہوئی
خنجر ہوئی کبھی تو کبھی یہ سناں ہوئی
کیا کیا تری نگاہ سرِ امتحاں ہوئی
مستی و بیخودی کا مزا اُس سے پوچھئے
جس کو نصیب صحبتِ پیرِ مغاں ہوئی
آئی ہوئی بلا کی طرح محتسب ٹلا
حلقے میں میکشوں کے اذاں پر اذاں ہوئی
کب تک ڈھلے گی شیشہ و ساغر ہٹائیے
پڑھئے نمازِ صبح مبارک اذاں ہوئی

غیب سے آشفتگی کے جمع ساماں ہو گئے
دل کی چوری کھل گئی گیسو پریشاں ہو گئے

توڑ کر شیشہ مرا کیا محتسب نادم ہوا
اُس کے سب ٹکڑے مجھے اجزائے ایماں ہو گئے

کل تو دیکھا تھا مبارک تبکدہ میں آپ کو
آج حضرت جا کے مسجد میں مسلماں ہو گئے

بیقراری مری بجلی سے بھی دیکھی نہ گئی
دو گھڑی بھی یہ حریفِ طپشِ دل نہ رہی

لاکھ جلسے ہیں مبارک تو ہمیں کیا مطلب
جس میں دل اپنا بہلتا تھا وہ محفل نہ رہی

خدا جانے کہاں سے کھچ کے میخانے میں آتی ہے
خبر اتنی تو ہے شیشے سے پیمانے میں آتی ہے

وہی پیتے ہیں بھٹی سے منگا کر اپنے حجرے میں
حیا جاتے ہوئے جن کو کہ میخانے میں آتی ہے
شراب عشق کے شایاں نہ ہر ساغر نہ ہر مینا
کہ یہ مخصوص شیشے اور پیمانے میں آتی ہے
یہ دل اپنا مبارک حسن منزل ہے حسینوں کی
نظر پریوں کی محفل اس پری خانے میں آتی ہے

مجکو پیچھے حکم ہے محرومیٔ دیدار کا بند کیجیے آنکھ پہلے روزنِ دیوار کی
حضرتِ واعظ مبارک وعظ جب فرما چکے
راہ لی ہم میکشوں نے خانۂ خمار کی

دارو و انداز پیمانہ ہستی کیا ہے چاروں عیش کے ہیں عیش پرستی کیا ہے
پہلے اک جام مرے ہات سے پی لے زاہد پھر بتادونگا تجھے بادہ پرستی کیا ہے
جانبِ میکدہ ساون کی گھٹا اُٹھ اُٹھ کر روتی ہے فرقتِ ساقی میں برستی کیا ہے

جب شمعِ غریبوں کے مزار پہ جلی ہے تقدیر کی خوبی سے ہوا تیز چلی ہے
کہتے ہو مسلمان بھی اپنے کو مبارک
جنت بھی تمہاری کسی کافر کی گلی ہے

جو دوست چاہتے ہیں وہ چاہی نہ جائیگی رسمِ وفا تو تم سے نباہی نہ جائیگی
یہ کیا کہا کہ زیرِ زمیں چین آئیگا کیا میرے ساتھ میری تباہی نہ جائیگی
بے لطفیاں یہ سب ہیں مبارک خمار کی؟
تو ڑی پیے بغیر جماہی نہ جائے گی

حشر کی دھوم ہے کیا حشر کی شہرت کیا ہے
ایک ٹھوکر ہے تری اور قیامت کیا ہے
اپنی صورت کو جو کہتے ہو یہ صورت کیا ہے
تم کو یوسف کہیں ہم اس کی ضرورت کیا ہے
صاحبِ جبہ و دستار و جریب و تسبیح
شیخ صاحب میں بجز اس کے کرامت کیا ہے

کس دن تری محفل میں خدائی نہیں ہوتی
ہوتی ہے مگر میری رسائی نہیں ہوتی
کیا حضرتِ موسیٰ ہی تھے اک طالبِ دیدار
کیوں طور پہ پھر جلوہ نمائی نہیں ہوتی

جب آتی ہے جوانی کج ادائی آ ہی جاتی ہے
وفا تم کیا کرو گے بیوفائی آ ہی جاتی ہے
متاعِ صبر و نقدِ دل خدا تو آپ ہی دیتا ہے
تمہیں ہاتھ اک نہ اک دولت پرائی آ ہی جاتی ہے
تجھے اے شیخ اتنا ناز کیوں ہے پارسائی پر
کہ اس سن میں عموماً پارسائی آ ہی جاتی ہے
کبھی پی تھی مبارک اُس کا باقی ہے خمار اب تک
لیا کرتا ہوں انگڑائی جمائی آ ہی جاتی ہے

نہ کہہ بیداد گر بیداد کر کے
کرے گا کیا کوئی فریاد کر کے
مبارک تم کو بربادی مبارک
کہ وہ خوش ہیں تمہیں برباد کر کے

وصل کی رات چلی جاتی ہے
بات پر بات چلی جاتی ہے
کہتے ہیں پی لے مبارک پی لے
دیکھ برسات چلی جاتی ہے

التجا کب قبول ہوتی ہے
یہ توقع فضول ہوتی ہے
سب کلی کھل کے پھول ہوتی ہے
ایک دل کی کلی نہیں کھلتی
جب طبیعت ملول ہوتی ہے
سو خوشی ایک غم سے بدتر ہے

چھپتی نہیں چھپائے یہ چوری نسیم سے
آئی ہے بس کے کاکلِ عنبر شمیم سے
فرصت کہاں کشاکشِ امید و بیم سے
ہر ہر نفس ہے ایک قیامت کا سامنا

ناپید کیا زمانے سے مہر و وفا ہوئی
یعنی کہ جس طرف سے ہوئی بس جفا ہوئی
پھر تیرِ نیمکش کے مزے لے رہا ہے دل
پھر وہ نگاہ دل سے مرے آشنا ہوئی

بلبل کو آہ گل کو ہنسی ۔ باغ کو بہار
موزوں تھی جس کے واسطے جو شے عطا ہوئی
اُس بزم میں تلاش رہی دل کی اس طرح
اک چیز میرے پاس تھی کیا جانے کیا ہوئی

دَور دَورِ جام کے پیہم رہے — تشنہ لب کب میکدے میں ہم رہے
کچھ خبر ہے زاہدِ شب زندہ دار — کس کے گیسو رات بھر برہم رہے
یا نہیں آتے تھے میخانے میں آپ
یا نہیں جاتے مبارک جم رہے

آئے کسی پر آپ کا بھی دل خدا کرے — کہئے یہ آپ بھی کہ الٰہی قرار دے
کس کی تڑپ سے رات کٹی اک سوال ہی — اس کا جواب اہلِ شب زندہ دار دے
ہر دل کو داغِ عشق مبارک کہاں نصیب
یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے

مرے دل میں تمنا جو رہی ہے وہ حسرت بن کے مجھ پر رو رہی ہے
جفائے آسماں کا پوچھنا کیا بہت ہو گی بہت کچھ ہو رہی ہے
اُدھر چٹکی وہ دل میں لے رہے ہیں اِدھر اک گدگدی سی ہو رہی ہے
نگاہِ واپسیں اُن سے مبارک
گلے مل مل کے رخصت ہو رہی ہے

کافر کے اشارے ہیں کہ ناوک فگنی ہے
یعنی مری چھاتی انھیں تیروں سے چھنی ہے
ہم خانہ بدوشانِ محبت کی نہ پوچھو
قربان وطن جس پہ یہ وہ بیوطنی ہے

سوز سے دل کو ساز رہتا ہے لطفِ سوز و گداز رہتا ہے
کیسے دانا ہو حضرتِ ناصح عشق میں امتیاز رہتا ہے
ایسا ڈیسا ہے اضطراب اپنا مضطرب چارہ ساز رہتا ہے
التجا مستجاب ہو کہ نہ ہو ہات اپنا دراز رہتا ہے

تلون یہ کہ شوخی میں حیا بھی آئی جاتی ہے
ابھی بیباک تھی چتون ابھی شرمائی جاتی ہے

وہی وعدے جو آگے ہو چکے ہیں آج ہوتے ہیں
وہی جھوٹی قسم جو کھا چکے ہیں کھائی جاتی ہے

نہ وہ عیار مجھ سے پوچھتا ہے مرے مطلب کی
نہ مجھ سے آرزوئے دل زباں پر لائی جاتی ہے

یہاں تو سو جفائیں ہو چکیں اب دیکھنا یہ ہے
وہاں کیا جرمِ الفت کی سزا ٹھہرائی جاتی ہے

کوئی دیکھے ہماری بزمِ ماتم میں ادا اُن کی
ملی جاتی ہیں آنکھیں بھی ہنسی بھی آئی جاتی ہے

رہے گا حشر تک شکوہ نسیمِ صبح گاہی سے
مبارک بے کھلے دل کی کلی مرجھائی جاتی ہے

بغل میں ہم نے رات اک غیرتِ مہتاب دیکھا ہے
نہیں اس خواب کی تعبیر ہو کیا خواب دیکھا ہے

تڑپ بجلی کی بھی دیکھی ہے وہ دل تھام لیتے ہیں
تری بیتابیوں کو بھی دلِ بیتاب دیکھا ہے

وہ الفت دوست ہوں ناصح دعا ہی دل سے نکلی ہے
اگر دشمن کے گھر بھی مجمعِ احباب دیکھا ہے

خدا کے سامنے اے محتسب سچ بولنا ہوگا
مرے ساغر میں مئے دیکھی ہے یا خوناب دیکھا ہے

مبارک اضطرابِ شوق کا عالم نہیں چھپتا
کہ جب دیکھا ہے ہم نے آپ کو بیتاب دیکھا ہے

جو بہار آئی خزاں ہوتی گئی | اور شکلِ گلستاں ہوتی گئی
مختصر کہنا وہ یہ کہتے گئے | طول اپنی داستاں ہوتی گئی
جس جگہ پہنچے ترے گردش نصیب | وہ زمیں بھی آسماں ہوتی گئی

یہ تصرف ہے مبارک داغ کا
کیا سے کیا اُردو زباں ہوتی گئی

اک بار کیا قیامت سو بار ہو گئی ہے — اب تو یہی تمہاری رفتار ہو گئی ہے
پی لے ذرا سی زاہد تجھ کو قسم خدا کی — کیا چیز کچھ کھچا کر تیار ہو گئی ہے
سچ ہے کہ شیخ صاحب پیتے نہیں مبارک
جس دن سے رہن اُن کی دستار ہو گئی ہے

آپ دیوانہ نرالے بلبلِ زار اُٹھتا ہے — فصلِ گل جاتی ہے ساماں ہلّا اُٹھتا ہے
شیخ بھی مضطرب الحال پہنچ جاتا ہے — جانبِ میکدہ جب ابرِ بہار اُٹھتا ہے
مرحبا بارِ امانت کے اُٹھانے والے — کیا کلیجہ ہے تمہارا کہ یہ بار اُٹھتا ہے
خارِ صحرائے محبت کی کھٹک کیا کہئے — جب قدم اُٹھتا ہے اپنا سرِ خار اُٹھتا ہے
دودِ آہِ دلِ سوزاں ہے مبارک اپنا
جو دھواں شمع سے بالینِ مزار اُٹھتا ہے

لیکے دل آنکھ حسینوں کی دغا دیتی ہے — کوئی پوچھے تو یہ کیا لیتی ہے کیا دیتی ہے
کچھ عجب آگ لگی دل کی لگا دیتی ہے — کہ جہاں تک یہ بھڑکتی ہے مزا دیتی ہے
ہر قدم قافلے والوں کی شکستہ پائی — دوریٔ منزلِ مقصد کا پتا دیتی ہے

شیخ صاحب وہ بلا ہی یہ گھٹا ساون کی
جو نہیں پیتے ہیں اُن کو بھی پلا دیتی ہے
تو نے رسوا کیا اے حرص برا ہو تیرا
اُس کی بخشش تو طلب سے بھی سوا دیتی ہے

دل کی ایذا وہ بلا ہے کہ مبارک توبہ
یہ ہر آرام کو تکلیف بنا دیتی ہے

کس سے کہہ دیں ہیں نے باتیں راز کی
خیر ہو یا رب اب اِس آغاز کی
خانہ کا نام آگیا یاد آگئیں
صحبتیں رندانِ شاہد باز کی

سنبھالیں پگڑیاں اپنی سنبھالنے والے
کہ میکدے میں ہیں سب رنگ اچھالنے والے

تیر کہتے ہیں جسے بانکی ادا کا نام ہی
دل پر اُن تیروں کو لے لینا ہمارا کام ہی
ہیں قدح خوارانِ دوراندیش پابندِ بہار
فصلِ گل جب جا چکی تو دورِ ہنگام ہی
دل کو جو ایذا ہوئی وہ راحتِ جاں ہو گئی
درد تو ہم دردمندوں میں دوا کا نام ہی

ثابت نہ دل ملا نہ سلامت جگر مجھے
تاکے ہوئے ہوئی ہے کسی کی نظر مجھے

ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان اب کہاں
کافر بنا گئی تری کافر نظر مجھے

دل کی کلی کا ذکر خدا کے لئے نہ چھیڑ
نشتر زنِ جگر ہے نسیمِ سحر مجھے

نرگس وہ آنکھ کیا جسے آنسو نہیں نصیب
اللہ رے کرم کہ ملی چشمِ تر مجھے

لایا ہی خطِ شوق کے پُرزے جواب میں
میں نامہ بر کو دیکھتا ہوں نامہ بر مجھے

وہ مستِ ناز اُدھر ہیں خمارِ نیاز اِدھر
اپنی خبر نہ اُن کو نہ اپنی خبر مجھے

گزری بلا کی رات تو آیا بلا کا دن
کیا دے رہے ہیں دوست نویدِ سحر مجھے

آتی رہی خزاں چمنِ روزگار میں
دیتی رہی بہار کا دھوکا نظر مجھے

وہ رشکِ مہر و ماہ مبارک بغل میں ہے
یہ شام ہے یہ سحر ہے سحر ہے مجھے

نہ لائے تابِ دیدار وسان والے
ترے جلوے بھی ہیں کیا شان والے

ہزاروں میکدے سر پر لئے ہیں
یہ بادل ہیں بڑے سامان والے

میں اُن سے اپنے ارمان کہہ رہا ہوں
وہ کہتے ہیں بڑے ارمان والے

تری کافر ادا نے کس کو چھوڑا
کہیں ایمان سے ایمان والے

حسینوں سے مبارک وہب کے ملنا
کہ ہیں وہ آن والے شان والے

یہ کہتے آئے بادل کالے کالے
وہ کافر ہے جو ایسے میں نہ ٹوھلے

زمانے سے نرالے چھپنے والے
چلے آتے ہیں آنچل منہ پہ ڈالے

ہمیں کو دل جلا کہتی ہے دنیا
ہمیں ہیں ایک سوز و ساز والے

ستانے پر کمر باندھی ہے دل نے
کئے دیتے ہیں ظالم کے حوالے

دل دردِ آشنا رحمت خدا کی
جز اک اللہ کیا کیا روگ پالے

خدا جانے یہ ہے تصویر کسی کی
کہ جو دیکھے کلیجے سے لگا لے

چمن تو چمن تھا بہارِ چمن سے
چلے آپ رونق چلی انجمن سے

بچا برق سے جب نشیمن ہمارا
برسنے لگی آگ چرخِ کہن سے

تمہیں ہو تمہیں ہو وہ قاتل تمہیں ہو
جو تلوار کا کام لے بانکپن سے

کوئی شمع سے داغ صحبت کو پوچھے
جب اٹھی تو روتی ہوئی انجمن سے

کلی رہ گئی نا شگفتہ ہماری گِلا رہ گیا یہ نسیم چمن سے
مرے دیدہ و دل کی چوری تو دیکھو تمہیں لے چلے ہیں بھری انجمن سے
جو موج آگئی آگئے ہم مبارک
کہ اب دور رہتے ہیں بزم سخن سے

جو پانچ وقت مصلّے پہ قبلہ رو نکلے اُنھیں بزرگوں کے زیر بغل سبو نکلے
بڑا مزا ہو بت کم سخن جو محشر ہیں خدا کے سامنے حاضر جواب تو نکلے
جو دل ملے تو ملا اس بہار کا یارب نگار خانۂ ارمان و آرزو نکلے
وہ گو سنا گئے لیکن ادا یہ کہتی ہے نہ ذکر مہر و وفا میرے روبرو نکلے
کسی کو دیر کسی کو حرم مبارک ہو ہمیں وہ در کہ جہاں دل کی آرزو نکلے
کہاں پناہ ملے گی ستم رسیدوں کو اگر وہاں بھی الٰہی یہ خوبرو نکلے
ردائے کہنہ مری چادرِ قناعت ہے کہ اس کے چاک نہ منت کش رفو نکلے

تم وہ کہ کسی دن بہ تکلف نہیں آتے ہم وہ کہ کبھی ترک تکلف نہیں کرتے
جی کرتے ہیں کچھ شمع محبت کے پتنگے جلتے ہیں پڑے آگ میں اُف بھی نہیں کرتے

آنے میں کبھی آپ سے جلدی نہیں ہوتی
جانے میں کبھی آپ توقف نہیں کرتے
اس بات پہ روٹھے ہو تو یہ بات ہی کیا ہے
تو تذکرۂ حضرت یوسف نہیں کرتے

اُلٹ دے گی ہوائے شوقِ دیدار
یہ گستاخی نقابِ یار ہوگی
مری ناکامیوں کا پوچھنا کیا
کلی ہاتھوں میں آکر خار ہوگی
لگے گی آگ یوں بھی آشیاں کو
ہوا گلشن کی آتش بار ہوگی
چلے آتے ہیں دن اٹکھیلیوں کے
تمہاری اور اب رفتار ہوگی
نہ ہم سے شکوۂ آزار ہوگا
نہ تم سے پرسشِ بیمار ہوگی
تبسم ریز غنچوں میں تماشا
نوائے عندلیبِ زار ہوگی
جوانی اور پھر تیری جوانی
ہزاروں میں یہ اک تلوار ہوگی
مصور کی خوشامدیوں مبارک
کوئی تصویر صورت دار ہوگی

ناوک انداز تماشائے سر محفل ہو جائے
کوئی مضطر کوئی زخمی کوئی بسمل ہو جائے

کشتۂ عشوہ و انداز و ادا دل ہو جائے
انھیں دو چار ہیں یا رب کوئی قاتل ہو جائے

برق چھپ چھپ کے سر چرخ تڑپتی کیا ہے
آئے میداں میں حریفِ تپشِ دل ہو جائے

کہتے ہیں کیا کہی پابندِ وفا ہونے کی
اس سے اچھا ہے کہ پابندِ سلاسل ہو جائے

نامرادی کی مصیبت کوئی اُس سے پوچھے
تہ نشیں جس کا سفینہ لبِ ساحل ہو جائے

تم چھپاتے ہو مگر چال کہے دیتی ہے
نذرِ ہر گام پہ ارمان بھرا دل ہو جائے

آئینہ سامنے اب آٹھ پہر رہتا ہے
کہیں ایسا نہ ہو یہ مدِ مقابل ہو جائے

لے کے دیتے نہیں وہ دل یہ بہانہ رکھ کر
کیا ٹھکانا ہے کسی اور پہ مائل ہو جائے

اُن کی یہ چال کہ اظہارِ تنفر دل سے
مجھ کو یہ فکر کہ منظورِ نظر دل ہو جائے
دیکھو اِن شوخ مزاجوں سے مبارک ہشیار
گُل بازی نہ حسینوں میں کہیں دل ہو جائے

پھر ہمارے ہات بڑھتے ہیں گریباں کی طرف
پھر مچلتے ہیں ہمارے پاؤں صحرا کیلئے
ہو مزہ پینے کا تو ہر فصل ہے فصلِ بہار
قید کیا موسم کی دَورِ جام و مینا کیلئے

توبہ کب رندوں میں آئی کہ نکالی نہ گئی
فصلِ گل بادہ کشو خیر سے خالی نہ گئی
داورِ حشر سے انکار کروں گا کیونکر
دستِ قاتل سے مرے خون کی لالی نہ گئی

بے خطا تیر ہیں انداز و ادا والوں کے
ان کی ناوک فگنی تو کبھی خالی نہ گئی

کہہ رہا ہے مرا مانوس قفس ہو جانا
بال و پر ہونے پہ بھی بے پر و بالی نہ گئی

تو سلامت ترا فیضانِ سبیل اے ساقی
کہ صراحی کسی پیاسے کی بھی خالی نہ گئی

دل کی ہر رگ، رگِ بسمل ہے تری عمر دراز
ضربِ مضراب کی مُضطرب کوئی خالی نہ گئی

جان جو کھم ہے مبارک کہیں دل کا آنا
دل لگی تم سے کوئی اور نکالی نہ گئی

حُسن کا کہتے ہیں تم کو عشق کا بانی مجھے
تم کو زلفوں کی ملی دل کی پریشانی مجھے

کر گیا آئینہ کس کا محوِ حیرانی مجھے
کس کی زلفیں دے گئیں نقشِ پریشانی مجھے

بے نیازِ بادہ و پیمانہ کیسے لوگ ہیں
کوثر و تسنیم ہے انگور کا پانی مجھے

کم سے کم اتنا تو ہو احساس تیرے حسن کا
تیرا آئینہ بنا دے میری حیرانی مجھے

پھر مری رسوائیوں کی ابتدا ہونے لگی
چھیڑتا ہے پھر وفورِ شوقِ پنہانی مجھے

سر ملا ہے مجھ کو سودائے محبت کے لئے
زیب دیتی ہے مبارک چاک دامانی مجھے

اُن میں شان آگئی تکبر کی
عمر ہو طول اس تغیر کی

جو زمیں تھی وہ آسماں ہے آج
انتہا ہو گئی تغیر کی

اپنی حیرانیوں کے ہیں صدقے
کہ وہ تصویر ہیں تحیر کی

لوٹ اِس باغ کی بہاریں لوٹ
سیر کر عالم تصور کی

قصور اپنا تھا باندھا شاخِ گل پر آشیاں ہم نے
گرائی اپنے گھر پر آپ بجلی آسماں ہم نے

سنایا ہائے کس کو قصۂ دردِ نہاں ہم نے
بنایا اور بھی اُس بدگماں کو بدگماں ہم نے

شبِ غم کا سحر ہونا نہ ہونے کے برابر ہے
بہت دیکھے ہیں نیرنگِ فریبِ آسماں ہم نے

فروغِ مشربِ رندانہ دیکھیں دیکھنے والے
بہت آباد دیکھی مے فروشوں کی دکاں ہم نے

کہیں تم نے بہت پرکھا ہمیں ہم نے بہت جانچا
لیے ہیں امتحاں تم نے دیے ہیں امتحاں ہم نے

مبارک اِن کو لکھ لو تم یہ لکھ لینے کی باتیں ہیں
نہ دیکھی اِس گلستاں میں بہارِ بے خزاں ہم نے

صبر کس کا قرار کس کا ہے   سحر یہ چشمِ یار کس کا ہے
آپ کا اختیار ہے سب پر   آپ پر اختیار کس کا ہے

اشکِ غماز سے خدا سمجھے — ارے یہ راز دار کس کا ہے
میکشی سے بھی آپ کو انکار
پھر مبارک خمار کس کا ہے

تماشائی تو ہیں تماشا نہیں ہے — گرا ہے وہ پردا کہ اٹھنا نہیں ہے
یہ کس کی نظر دے گئی روگ یارب — سنبھالے سے اب دل سنبھلتا نہیں ہے
تڑپ جائے گا۔ تڑپ جائے گا — تڑپنا ہمارا تماشا نہیں ہے
بہت پھانس نکلی بہت خار نکلے — مگر دل کا کانٹا نکلتا نہیں ہے
یہ ہر شخص سے لن ترانی ہے کیسی — کہ ہر آنکھ تو چشمِ موسیٰ نہیں ہے
سلامت مری وحشتِ دل سلامت — کہاں میری وحشت کا چرچا نہیں ہے
میری جان بھی ہے عنایت تمہاری — یہ دل بھی تمہارا ہی میرا نہیں ہے
بلا لی گئی اُن کی محفل میں دنیا — مگر ایک میرا بلاوا نہیں ہے
ذرا آپ سمجھائیے دل کو ناصح — میں سمجھا رہا ہوں سمجھتا نہیں ہے
تمہیں دیکھنے کو ترستی ہیں آنکھیں — بہت دن ہوئے تم کو دیکھا نہیں ہے

بھری بزم میں ہم ہیں تنہا مبارک
بغل میں وہ جانِ تمنا نہیں ہے

کچھ دور نہیں بادہ پرستوں کی دعا سے
برسے مئے گلرنگ جو گھنگھور گھٹا سے
ایجاد سلامت ستم ایجاد سلامت
اب خونِ وفا ہوتا ہے پیمانِ وفا سے
بیداد وہی بیداد ہے بیداد بتوں کی
فریاد ہے فریاد ہے فریاد خدا سے
یہ دادملی قصۂ اربابِ وفا کی
نیند آتی ہے افسانۂ اربابِ وفا سے
نالے گئے کب عرشِ معلےٰ پہ ہمارے
فریاد کے کب پانوں ڈگے راہِ وفا سے
سب پھول ہوئیں خیر سے ارمان کی کلیاں
کیا پھول کھلے دامنِ دلبر کی ہوا سے

جب دیکھو مبارک کو سرگرمِ پرستش
آباد ہے بتخانہ اسی مردِ خدا سے

گیسو کا فسانہ ہے زلفوں کی کہانی ہے
جو رات ہماری ہے وہ رات سہانی ہے

یہ حضرتِ واعظ کی اک کذب بیانی ہے
کہہ دیتے ہیں مے اُس کو گلرنگ جو پانی ہے

کہتے ہیں کہ من مانی یہ رام کہانی ہے
یعنی کہ گلہ گل کا بلبل کی زبانی ہے

اپنی سی کرو تم بھی اپنی سی کریں ہم بھی
کچھ تم نے بھی ٹھانی ہے کچھ ہم نے بھی ٹھانی ہے

تم بھول گئے اس کو دل کس کا نشانہ تھا
اب کیا کہیں ہم تم سے یہ کس کی نشانی ہے

راتوں کو جو چھپ چھپ کے میخانے میں آتے ہیں
یہ صاحبِ تقوے کی ترکیب پرانی ہے

اے بادِ صبا مٹی برباد نہ ہو میری
تربت پہ چڑھا دینا وہ خاک جو چھانی ہے
تم بھول گئے مجھ کو یوں یاد دلاتا ہوں
جو آہ نکلتی ہے وہ یاد دہانی ہے
واعظ کی قسم وہ مے پیتے ہیں مبارک ہم
جو قبلۂ عالم کی دستار میں چھانی ہے

بدظن ہیں اہلِ کعبہ مجھ دیرِ آشنا سے
کہتے ہیں مجھ کو کافر فریاد ہے خدا سے
بیدادِ محتسب کی فریاد ہے خدا سے
برسے شراب گھر گھر میخوار کی دعا سے
چتون بدل رہی ہے نام آگیا وفا کا
تیور بگڑ رہے ہیں افسانۂ وفا سے
ہم کیوں تمہیں بتائیں ہم کیوں تمہیں جتائیں
روزِ جزا نہ جانے مانگیں گے کیا خدا سے

وہ پوچھتے ہیں مجھ سے کیسے ہو تم مبارک
میں کہہ رہا ہوں اچھا سرکار کی دعا سے

رسائی تا بہ منزل ہر قدم ناکام ہوتی ہے
انھیں ناکامیوں میں صبح اپنی شام ہوتی ہے
ستم ڈھاتی ہے کیا پردہ نشینی آپ کیا جانیں
یہ اُس سے پوچھئے جس کی نظر ناکام ہوتی ہے
نہ جانے کیا ہوئی آگے جو صبح و شام ہوتی تھی
نہ اب وہ صبح ہوتی ہے نہ اب وہ شام ہوتی ہے
مبارک میری جانب انگلیاں اٹھتی ہیں یاروں کی
نظر بازی مری پیری میں بھی بدنام ہوتی ہے

سبب زخم جگر نوک پلک ہے کس کی
ایسی پھانس نہیں ہیں کہاں ایسی کھٹک ہے کس کی
کس کی خوشبو سے ہے مہکا ہوا گلشن گلشن
بھینی بھینی گل و ریحاں میں مہک ہے کس کی

زلفیں کھلی ہیں کمندوں کا مری کیا کہنا
یہ رسائی یہ درازی یہ لٹک ہے کس کی
اس کی دیوانگیِ شوق نرالی نکلی
کیا بتائیں کہ مبارک ہیں سنک ہے کس کی

یوں دیکھتے رہے وہ جدھر دیکھتے رہے
ناوک لگا لگا کے جگر دیکھتے رہے
ایسے کہاں نصیب کہ وہ ہم کو دیکھتے
ہم نامراد اُن کی نظر دیکھتے رہے
کیا لوگ تھے یہ ان کا کلیجہ تو دیکھئے
جو لوگ میرا زخمِ جگر دیکھتے رہے
جیسے ہو امیدِ اثر کو اثر سے یاس
ہم یوں دعا کا اپنی اثر دیکھتے رہے
قیدِ حیات پاؤں کی زنجیر ہو گئی
ہم راہیوں کو گرمِ سفر دیکھتے رہے
قاصد کی طرح تو بھی وہاں جا کے مر رہی
ہم تیری راہ بادِ سحر دیکھتے رہے
جب یاد آ گئی تری شانِ کرم ہمیں
پھر وں ہم اپنا دامنِ تر دیکھتے رہے
اس باغ کی بہارِ مبارک بہار تھی
ہم عمر بھر فریبِ نظر دیکھتے رہے

اُدھر سے جب آئی یہ سوغات آئی
کہ دشمن کی تصویر اک ہات آئی
تسلی تشفی دلاسا نہ آیا
دل آزاریاں آگئیں گھات آئی
مبارک گلے شکوے آخر کہاں تک
چلو سو رہیں اب بڑی رات آئی

عجب رنگ کی مے پرستی رہی
کہ بے مے پیے مے کی مستی رہی
بکھرتے رہے گیسوئے عنبریں
صبا اُن سے مل مل کے بستی رہی
رہا دور میں ساغرِ نرگسی
مری مے اُن آنکھوں کی مستی رہی
وہ شکل اپنی ہر دم بدلتے رہے
یہاں مشقِ صورت پرستی رہی
وہیں رہ پڑے راہ میں حسن دوست
جہاں حسن والوں کی بستی رہی
ملی روز ہم فاقہ مستوں کو مے
خدا جانے مہنگی کہ سستی رہی
مبارک پرستارِ مینا نہ تھا
یہ جب تک رہا مے پرستی رہی

یوں نہیں آپ کچھے اس میں کوئی بات بھی ہے
سچ تو کہئے مرے دشمن سے ملاقات بھی ہے

چٹکیاں بھی دلِ بیتاب میں لی جاتی ہیں
اور سینے پہ تسلّی کے لئے ہات بھی ہے
سب بلائیں شبِ غم مجھ کو گوارا اے چرخ
اِن بلاؤں میں کوئی مرگِ مفاجات بھی ہے
شیخ صاحب کے لئے شرط ہے تنہائی بھی
رات کو پیتے ہیں پابندئ اوقات بھی ہے
دل بھی ہے رات بھی ہے صبح بھی ہے شام بھی ہے
اتنے وقتوں میں کوئی وقتِ ملاقات بھی ہے
تری افشاں بھری زلفوں کا نہیں کوئی جواب
یوں تو ہونے کے لئے تاروں بھری رات بھی ہے
مجلسِ وعظ میں بھی تجھ کو مبارک دیکھا
یہ بھی سنتے ہیں کہ تو رندِ خرابات بھی ہے

کیوں کیا کرتے ہیں آہیں کوئی ہم سے پوچھے
کر گئیں کیا وہ نگاہیں کوئی ہم سے پوچھے

لے گئے دل اُن کے مکرنے کی ادا کیا کہیے
کیوں پلٹتی ہیں نگاہیں کوئی ہم سے پوچھے
دوست دشمن کو بنانا کوئی تم سے سیکھے
دوستی کیسے نبا ہیں کوئی ہم سے پوچھے
نیچی نظریں کئے آتے ہو جہاں سے سمجھے
جھینپتی کیوں ہیں نگاہیں کوئی ہم سے پوچھے
دل میں آنے کے مبارک ہیں ہزاروں رستے
ہم بتائیں اُسے راہیں کوئی ہم سے پوچھے

بن کے ارمان مرے دل میں ترا تیر بھی ہے
دل کا دل بھی ہے یہ نخچیر کا نخچیر بھی ہے
گھر مبارک یہاں بن بن کے بگڑتے دیکھا
اس پہ نافہم تجھے حسرتِ تعمیر بھی ہے

یہ کہتا ہے سرپائے قاتل پہ گر گر　　اسے قتل کہئے کہ احسان کہئے

گری بجلی ۔ اڑا کر لے گئے جھونکے خزاں والے
بلا تھے آشیاں والوں کو تنکے آشیاں والے

نثار ابروئے پر خم ۔ نگاہِ ناز کے صدقے
اِدھر بھی ایک بانکا تیر اُدھر بانکی کماں والے

بکیں گے حرف میری داستاں کے دردمند ہیں
کہیں گے داستانِ درد میری داستاں والے

کہیں سے تیری حالت اُن سے دم لے
دلِ مضطر چھڑی شکووں کی تھم لے

جفا پرور کا پیمانِ وفا کیا
وفا کی تم سے کیا کوئی قسم لے

اُدھر دل لے کے اُن کی بیوفائی
اِدھر احباب کے حملے پہ حملے

وہاں کی کچھ تو کہتی جا خدا را
ذرا دم تو نسیمِ صبح دم لے

سلامت پیرِ میخانہ سلامت
جسے لینا ہو آئے جامِ جم لے

جفائے یار کا شکوہ مبارک
کبھی اُف بھی نہ کی ہم نے قسم لے

ہمارے قتل کا چرچا ہی کیا ہے
کہ اس چرچے سے اب ہونا ہی کیا ہے

کسی کے تیر کا شکوا ہی کیا ہے
نہ ہو چھلنی تو وہ سینا ہی کیا ہے

تجلّی پر تجلّی بڑھ رہی ہے
ابھی جلوہ ترا دیکھا ہی کیا ہے

وہ کہتے ہیں کہ میرا ہو گیا یہ
ترے دل پر ترا دعوا ہی کیا ہے

ہزاروں بار تو پردے میں دیکھا
یہ پردہ آپ کا پردا ہی کیا ہے

نثارِ موسمِ گل جو نہ ہو شیخ
مرے مشرب میں وہ توبہ ہی کیا ہے

نہ راس آئی مبارک دل فروشی
حسیں کہتے ہیں یہ سودا ہی کیا ہے

بیگانۂ وفا ترا شیوہ ہی اور ہے
اہلِ وفا کا طور طریقہ ہی اور ہے

افسانہ آرزو کا مری سن کے یہ کہا
ان کی تو داستانِ تمنّا ہی اور ہے

دیر و حرم کی راہ میں رکھتے نہیں قدم
ہم رہروانِ شوق کا رستا ہی اور ہے

دل بے وفا کے ہات نہ بیچے گا باوفا
تم سے نہیں بنے گا یہ سودا ہی اور ہے
فرما رہے ہیں حلق کے دربان اور اور
موسم کا مے کشوں پہ تقاضا ہی اور ہے
اللہ دل نہ تم کو تڑپتا ہوا دکھائے
دیکھا نہ جائے گا یہ تماشا ہی اور ہے
جلوہ فروش آپ ہیں ہیں دل فروش ہوں
ایسوں سے کیا بنے گا یہ سودا ہی اور ہے
ٹکڑے ہیں دل جگر کے مبارک کہ شعر ہیں
غزلوں کا آپ کی تو سفینہ ہی اور ہے

تری خاطر کریں گے بندگی ہم — نہیں گے کیا کریں بندے عدو کے
کسی میکش کے دل سے پوچھ کیا ہیں — یہ ٹکڑے محتسب جام و سبو کے
تمہارا اور ہے گھر حسرت زدوں کا — کہاں جائیں یہ بندے آرزو کے

گئی زاہد کے گھر توبہ مگر کس کس خرابی سے
بہت جھڑکی گئی ظالم بہت لپٹی شرابی سے

کنکھیوں سے جہاں دیکھا کسی نے ہیں یوں چھیڑا
نہ آئے گا تمہیں آنکھیں لڑانا بے حجابی سے

نہ محرابِ ابرو ہیں بتِ بیہوش کی آنکھیں
کہ یہ دو مسجدیں آباد ہیں اک اک شرابی سے

جو نالہ لب پہ آتا ہے وہ بیتابانہ آتا ہے
دلِ بیتاب کا کہتا ہوا افسانہ آتا ہے

ادب اب شرط ہے زاہد درِ میخانہ آتا ہے
یہ وہ چوکھٹ ہے واجب سجدۂ شکرانہ آتا ہے

یہاں دیکھا وہاں دیکھا اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا
تجھے چھپنا کہاں اے جلوۂ جانانہ آتا ہے

شبِ فرقت جھپک جائے پلک اختر شماروں کی
کوئی ایسا بھی اے افسانہ گو افسانہ آتا ہے

نہ سنبل ہیں سرِ مو زلفِ خم در خم کی ترکیبیں
نہ نرگس کو فریبِ نرگسِ مستانہ آتا ہے

جو ہوتی تھی طپش دل کو وہی تا حال ہوتی ہے
جو آتا تھا کلیجہ منہ کو بیتابانہ آتا ہے

مبارک آپ کا مشرب سمجھ میں کچھ نہیں آتا
اِدھر توبہ اُدھر مردِ خدا پیمانہ آتا ہے

کوئی ناوک کوئی برچھی کوئی پیکاں ہو جائے
ہر تمنا تری پیوندِ رگِ جاں ہو جائے

یہ بھی جی چاہتا ہے شکوۂ بیداد کروں
یہ بھی منظور نہیں کوئی پشیماں ہو جائے

ترکِ اُلفت کی تو کہتا ہے مگر اے ناصح
شوق اس پر بھی اگر سلسلہ جنباں ہو جائے

ڈھونڈتی ہیں مری مشتاق نگاہیں جس کو
اُس کا دیدار الٰہی کسی عنواں ہو جائے

آگ بھڑکا کرے ہم سوختہ سامانوں کی
شعلہ انگیز تری جنبشِ داماں ہو جائے
تم پریشانیٔ دل کے ہو مبارک شاکی
دل وہی ہے جو محبت میں پریشاں ہو جائے

پھر ملے ہم اُن سے پھر یاری بڑھی
اور اُلجھا دل گرفتاری بڑھی
ہجر کی گھڑیاں کٹھن ہوتی گئیں
دن کے ڈھلتے رات کی زاری بڑھی
مہربانی چارہ سازوں کی بڑھے
جب بڑھا درماں تو بیماری بڑھی
پھر تصوّر میں کسی کے نیند اڑی
پھر وہی راتوں کی بیداری بڑھی
سختیاں راہِ محبت کی نہ پوچھ
ہر قدم اک تازہ دشواری بڑھی
خیر ساقی کی۔ سلامت میکدہ
جس قدر پی اتنی ہشیاری بڑھی
دَور دَورے ہیں مبارک جام کے
انتہا کی اپنی میخواری بڑھی

نشہ کچھ اور رہِ ہوئی جاتی ہے ساقی کی نگاہ
زہرِ قاتل مئے سرجوش ہوئی جاتی ہے

اس کو کہتے ہیں وفا اپنی وفا کے صدقے
ہر جفا تیری فراموش ہوئی جاتی ہے
آخری دَور ہے اک جام تو پی لے زاہد
ختم اب بزمِ قدح نوش ہوئی جاتی ہے
گل کئے دیتی ہے افسردگیِ دل اپنی
شمعِ تربت مری خاموش ہوئی جاتی ہے
روندنے والے مری خاک کے ہیں تیرے نثار
قبر ہر گام پہ گل پوش ہوئی جاتی ہے
مجھ سے کیا جانے خفا کیوں ہے تمنا میری
یاس و حرماں سے ہم آغوش ہوئی جاتی ہے

اِسی پہ ناز گھڑی دو گھڑی جلی ہوگی
اِسی پہ شمع ہماری برابری ہوگی
جو آپ چاہتے ہیں ہوگی ہاں وہی ہوگی
مرے گلے پہ کسی دن مری چھری ہوگی

کرے جو دوستی تو دشمن وفا سے کرے
جو دشمنی یہ کریں گے وہ دوستی ہوگی

تمہارے کان سرود آشنا خدا رکھے
کسی غریب کی فریاد کب سنی ہوگی

نگاہِ شوخ کی بجلی بلا کی بجلی ہے
کسی کے دل پہ گری ہوگی جب گری ہوگی

ہزار توبہ نثار اِس شکستِ توبہ پر
کسی حسین کی خاطر سے جس نے پی ہوگی

تری تلاش تری جستجو کی عمر دراز
ہماری خاک کی چٹکی گلی گلی ہوگی

یہ کس کے نقشِ قدم ہیں ہماری تربت پر
ردائے گل نہ کوئی اس بہار کی ہوگی

یہ کہہ رہا ہے کسی بیقرار کا انداز
کسی نے زور سے چٹکی جگر میں لی ہوگی

نہ کہئے آپ مبارک کلام کہتا ہے
ہٹے لبغیر کسی پر یہ شاعری ہو گی

بچ کے نکلے ترے کوچے سے نہ رہگیر کبھی
وہ کما ندار ہے چوکا نہ ترا تیر کبھی
رحمت اس کاکل پیچاں کے گرفتاروں پر
یہ تو زنجیر کو سمجھے نہیں زنجیر کبھی
تم سلامت رہو جس حال میں ہوں اچھا ہوں
نقش دیوار کبھی غم کی ہوں تصویر کبھی
مرے جذبات کو اُس دم مرے دل سے پوچھو
اُن سے ہوتا ہوں مبارک جو لبغلگیر کبھی

جبین شوق درِ یار سے جدا نہ ہوئی
مری نمازِ محبت کبھی قضا نہ ہوئی
تمہاری شرطِ محبت کبھی وفا نہ ہوئی
یہ کیا ہوئی تمہیں کہہ دو اگر جفا نہ ہوئی

قدم قدم پہ قدم لڑکھڑائے جاتے تھے
تمام عمر بھی طے منزلِ وفا نہ ہوئی

تمہیں کہو تمہیں نا آشنا کہیں نہ کہیں
کہ آشنا سے ادا رسم آشنا نہ ہوئی

فدا ترے گُلِ عارض پہ کب چمن نہ ہوا
نثارِ طرۂ دستار کب صبا نہ ہوئی

تری ادا کی قسم ہے تری ادا کے سوا
پسند اور کسی کی ہمیں ادا نہ ہوئی

بہت حسینوں میں باندھے گئے ہمارے ہات
سنوارنے لگے گیسو تو کب سزا نہ ہوئی

ہمیں کو دیکھ کے خنجر نکالتے تھے آپ
ہمارے بعد تو یہ رسم پھر ادا نہ ہوئی

خدا نے رکھ لیا ناز و نیاز کا پردہ
کہ روزِ حشر مری اُن کی برملا نہ ہوئی

تمہیں ہماری نمازِ سحر نہیں معلوم
صبوحی اپنی مبارک کبھی قضا نہ ہوئی

دام کی خیر سلامت مرا صیاد رہے
کیا دعا دی ہے تمہیں میری دعا یاد رہے
آپ کی سیر رہے آپ کا دل شاد رہے
بیقراروں سے گلی آپ کی آباد رہے
کبھی ایذا سے نہ خالی دلِ ناشاد رہے
چٹکیاں لیتی ہوئی دل میں کوئی یاد رہے
ہوئی دونوں ہی طرح گلشنِ عالم میں بسر
کبھی پابندِ قفس کبھی ہم آزاد رہے
ہم سے پوچھے کوئی پابندِ محبّت ہونا
نہ ہم آزاد رہیں گے نہ ہم آزاد رہے
رحمت اُن پر جو محبّت کے گرفتار ہوئے
حسرت اُن پر جو اِس الجھاؤ سے آزاد رہے

تم کہے جاؤ کہ ہم وعدہ فراموش نہیں
ہم کہے جائیں گے اللہ کرے یاد رہے
داغ کا رنگ مبارک سے کہاں جاتا ہے
وہی شاگرد ہے جو پیروِ استاد رہے

تیور بدل گئے کبھی چتون بدل گئی جب ہم وہاں گئے کوئی تلوار چل گئی
ہم مشربوں بغیر مبارک حرام ہے
جب کوئی آگیا تو مرے یار چل گئی

دِ دل یار رہا درد سے یاری نہ گئی
زندگی ہم سے تو بے لطف گزاری نہ گئی
دن کے نالے نہ گئے رات کی زاری نہ گئی
نہ گئی دل سے کبھی یاد تمہاری نہ گئی
یا گئی گورِ عزیباں پہ یہ پوچھے کوئی
لے کے دو پھول کبھی بادِ بہاری نہ گئی

ہم تو خوں گشتہ تمناؤں کے ماتم ہی رہے
سینہ کوبی نہ گئی سینہ فگاری نہ گئی

انتظار آپ کا کب لطف سے خالی نکلا
رائگاں رات کسی روز ہماری نہ گئی

بخشوایا مجھے تم نے تو خدا نے بخشا
نہ گئی روزِ جزا بات تمہاری نہ گئی

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانا لیکن
دن ہمارا نہ گیا رات ہماری نہ گئی

ملے اور پیرِ خرابات تھوڑی
بہت کٹ گئی اب ہی برسات تھوڑی

خدارا ہم کو کہنا پڑا ان بتوں کو
یہاں تک تو واعظ بڑھی بات تھوڑی

قیامت فتنۂ رفتار نکلے
حسین چلتی ہوئی تلوار نکلے

ستارے نکلے کیوں کہتے ہیں کہئے
ہمارے طالبِ دیدار نکلے

جدھر وہ نرگسِ مخمور اٹھی
اُدھر میخوار ہی میخوار نکلے

یہ آوازے کسے جاتے ہیں مجھ پر حریصِ لذتِ آزار نکلے
انھیں میں ایک ہے گردونِ گرداں جو سرگردانِ کوئے یار نکلے
وہیں کے ہو رہے تم تو مبارک
جہاں دو چار صورت دار نکلے

جھوم کر آئی گھٹا دور ہے چلنے کے لئے
"آسماں تاک میں ہے رنگ بدلنے کے لئے"
آپ کے در کے سوا دل کا بہلنا معلوم
آپ ہی کہئے کہاں جائیں بہلنے کے لئے
رہروِ راہِ محبت بھی سنبھلتے ہیں کہیں
ایسے وارفتہ سے کیا کہئے سنبھلنے کے لئے
خوب مصرع ہے مبارک کسی اُستاد کا یہ
"دل میں آ بیٹھو کلیجا مرا ملنے کے لئے"

جو ہر پھوڑنے والا سر شار نکلے
تو ہر سنگ، سنگِ دریار نکلے

طرح دار گاہک ہی اس دل کی قیمت
خریدے جو بانکا خریدار نکلے

نظر بازیاں پردے پردے میں کب تک
کھلے بند اب رسمِ دیدار نکلے

کوئی آنکھ والا کرے سیرِ گلشن
تو ہر پنکھڑی ایک گلزار نکلے

فلک کر رہا ہے طواف اُس گلی کا
سب آوارۂ کوچۂ یار نکلے

کوئی ہم سے آرائشِ حسن پوچھے
کہ ہم حسن کے آئینہ دار نکلے

بتوں کی پرستش کا راز اُن سے پوچھو
جو بندے خدا کے پرستار نکلے

مرے میکدے میں کرامات کی ہی
پیے جتنی اُتنا ہی ہشیار نکلے

جسے عرصۂ حشر کہتا ہے واعظ
مزا ہو اگر کوچۂ یار نکلے

سنبھل کر قدم رکھنے والے نہ سنبھلے
محبت کے رستے وہ دشوار نکلے

تحیّر کے عالم میں گزری ہماری
جہاں نکلے ہم نقشِ دیوار نکلے

مبارک کو ہم پارسا جانتے تھے
یہ حضرت تو در پردہ میخوار نکلے

وہ آویزۂ گوشِ اہلِ سخن ہیں
جو طبعِ مبارک سے اشعار نکلے

نہ ہمارے دل کو قرار تھا نہ ہمارے دل کو قرار ہے
جو ہماری حالتِ زار تھی وہ ہماری حالتِ زار ہے
نہ ستم کا اس کو خیال ہے نہ کرم کا لب پہ سوال ہے
دلِ مبتلا کا یہ حال ہے تیری ہر ادا پہ نثار ہے
مجھے خوب ہے شربِ مدام کی۔ نہ سحر کی قید، نہ شام کی
رہے منتظر وہ بہار کا جسے انتظارِ بہار ہے
کوئی سجدہ اس کا قبول ہو یہ شرف اسے بھی حصول ہو
یہ ترا مبارک روسیہ ترے در پہ سجدہ گزار ہے

سرخرو تو ہو سرِ حشر تری بات رہے
ہم دعاگو ہیں یہ میدان ترے ہات رہے
کیا مناجات ہے لب پر یہ مناجات رہے
کہ جبیں یار کی دہلیز پر دن رات رہے
یہ مزا ہے تو حسینوں کی ملاقات میں ہے
سو ملاقاتوں پہ بھی شوقِ ملاقات رہے

قبر پر بادہ کشوں کی یہ پھلے پھولے گی
چادرِ گل نہ رہے خاکِ خرابات رہے
ایسے ویسے رہیں صحبت میں ضرورت کیا ہے
ہم رہیں آپ رہیں لطفِ ملاقات رہے
گئے وہ دن کہ رہی اہلِ خرابات میں یہ
توبہ اب آپ کے گھر قبلۂ حاجات رہے
کچھ دنوں اہلِ تقدس میں مبارک گزری
کوئی دن یوں بھی کٹے رندِ خرابات رہے

اللہ رے نصیب ہمارے مزار کے
وہ آج پھول ڈال گئے اپنے ہار کے
پھر سارے رنگ ڈھنگ وہی ہیں بہار کے
یہ شعبدے رہیں گے یوں ہی روزگار کے
مشاطۂ خیال تری عمر ہو دراز
صدقے ترے دکھا دے انھیں پھر سنوار کے

دل آپ کا بھی آئے کسی پر خدا کرے
آجائیں آپ کو بھی کچھ انداز پیار کے

کیا اعتبار کیجئے بے اعتبار کا
جیسے وہ ایک کے ہوئے ویسے ہزار کے

حوروں سے نبھ سکے گی نہ واعظ بہشت میں
وہ اُس دیار کی ہیں تو ہم اِس دیار کے

رندانِ بادہ نوش کے جلسے ہیں یادگار
یعنی کہ منتخب ہیں یہاں روزگار کے

زخموں سے دل کے ناخنِ غم کی وہی ہے چھیڑ
جب دیکھئے تو تازہ شگوفے بہار کے

ہم اور توبہ حضرتِ واعظ خطا معاف
کیا آپ دم میں آگئے اِک بادہ خوار کے

توبہ تو آج مجھ سے بڑی چال کر گئی
کمبخت یاد آگئی بوتل اتار کے

اِن کا بھی اب چمن سے مبارک ہے چل چلاؤ
کچھ پھول رہ گئے ہیں جو اگلی بہار کے

صبا جا جا کے میخواروں کی ٹولی میں پکار آئی
اُتارو طاق سے مینا بہار آئی بہار آئی
گلی ہے یار کی ہم دردمندوں کا شفاخانہ
کہ راس الفت مزاجوں کو ہوائے کوئے یار آئی
سماں یہ بیکسوں کی قبر کی فریاد کرتا ہے
نہ گُل آئے نہ پروانے نہ تو شمعِ مزار آئی
مبارک آپ جیسے ہیں نہ ہوگا فاقہ مست ایسا
ہمیشہ قرض کی پیتے ہیں جب آئی اُدھار آئی

یہ کیا ستم کیا کہ ستم ڈھا کے رہ گئے
کیوں لطف مجھ غریب پہ فرما کے رہ گئے
بلبل نے خوب عید منائی بہار کی
نغمے مری زبان تک آ آ کے رہ گئے

آمد بہار کی ہو مبارک بہار کو
غنچے مری اُمید کے مرجھا کے رہ گئے

کیا کہنا میکدے کا ترے پیر میکدہ
سانچے میں ڈھل گئے جو یہاں آ کے رہ گئے

کہتے ہیں داغِ سجدہ جبین نیاز پر
احسان تیرے نقشِ کفِ پا کے رہ گئے

ماتم ہے میکدے میں مبارک بہار کا
دو چار ٹکڑے ساغر و مینا کے رہ گئے

لاکھ قسمیں کھاؤ زلفیں تھام کے — دل ہے حلقے میں تمہارے دام کے
نامبارک نکلی طرحِ آشیاں — چار تنکے بھی نہ نکلے کام کے
روکنا جو تھا ہوائے شوق کا — تھامنا اُڑتے ہیں پردے بام کے
ہم تمہاری ہر ادا کے ہیں شکار — تیر سب نکلے ہمارے نام کے

قیامت کے نامے مرے نام آئے — کہ ہر خط میں لکھ کے الزام آئے
اسیرانِ اُلفت پہ رحمت خدا کی — کہاں سے کہاں بستۂ دام آئے

وہ برقِ تجلّی سرِ طور چمکی
وہ آئے وہ آئے لبِ بام آئے
گئی گزری پھر آج تو یہ مبارک
تقاضا ہے یاروں کا پھر جام آئے

قفس کی ہیں وہ خوشنما تیلیاں
ہم اُڑتے نہیں تابِ پرواز ہے
چلی آتی ہے دل سے جو کان میں
خدا جانے یہ کس کی آواز ہے
وہ کیا جانے ہے باغ کتنا بڑا
کہ محدود بلبل کی پرواز ہے
مبارک کی رندی کا کیا پوچھنا
اُسے سازِ مئے سے خدا ساز ہے

خبر آئی تو ہے جھونکے ترے بادِ خزاں پہنچے
خدا معلوم تنکے آشیانے کے کہاں پہنچے
کرم کر پھونک دے اے برق تو تنکے نشیمن کے
اسیروں تک نہ اُڑ کر سرگذشتِ آشیاں پہنچے

کوئی پوچھے تو ہم سے دل لٹانے کا مزا پوچھے
لٹے دانستہ ہم دل لوٹنے والے جہاں پہنچے
ہزاروں مرحلے طے ہو گئے اک جام میں ساقی
سلامت تیرا میخانہ کہاں سے ہم کہاں پہنچے
مبارک یہ کشش تھی وارثی کاف کرامت کی
عظیم آباد سے دیوے حضور آستاں پہنچے

تڑپنا میرا دیکھیں گے بمشکل دیکھنے والے
وہ بسمل ہوں کہ ہو جاتے ہیں بسمل دیکھنے والے
ذرا تیور تو دیکھ اپنے مرا دل دیکھنے والے
نہ جانباز ایسا دیکھیں گے نہ قاتل دیکھنے والے
حریفِ موج و گرداب و تلاطم کم نظر آئے
بہت ساحل پہ دیکھے سیرِ ساحل دیکھنے والے
وفا کی آزمائش پر کسے جاتے ہیں آوازے
وہ کہتے ہیں بڑے آئے مرا دل دیکھنے والے

تکلف برطرف مشتاق آنکھوں کا تقاضا ہے
اُلٹ دے پردۂ محمل کو محمل دیکھنے والے

لگاتی ہے صراحی قہقہے جام اِس پہ ہنستے ہیں
کہ محفل میں نہیں ہیں رنگِ محفل دیکھنے والے

مبارک دل نہ ہے ضامن دکھانا خوش جمالوں کو
اُڑا لیتے ہیں دل بے لاگ یہ دل دیکھنے والے

یوں وہ بیگانہ منش ملتا ہے — ہر ملاقات نئی ہوتی ہے
وہی شاطر ہے محبت کا جسے — ہر دم اِک مات نئی ہوتی ہے
اُن کے انداز مبارک ہیں نئے
اُن کی ہر بات نئی ہوتی ہے

آنکھیں ہیں ڈبڈبائی ہوئی دل گداز ہے — یہ لوگ وہ ہیں جن کو محبت سی ساز ہے
یہ میکدہ ہے اس میں ہے ہر رنگ کی شراب — پیتا ہے اپنے رنگ کی جو پاکباز ہے

ختم شد

REGISTERED
NIZAMI PRESS
BUDAUN

پرنٹر

محمد حمید الدین ایف آر ایس۔اے لندن

(مطبوعہ نظامی پریس بدایوں)